قرآنِ مُبین

۸ (8)

آسان ترین، واضح اردو ترجمہ

از

ڈاکٹر محمد حسَن
بی۔اے آنرز، ایم۔اے، پی۔ایچ۔ڈی

www.drhasanrizvi.org

اِشاریہ پارہ نمبر ۸ "وَلَوْ اَنَّنَا"

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	عقل سے کام نہ لینے کا انجام اور اللہ کا منصوبہ	۴۵۱
۲	حلال کھاؤ اور حلال کو حرام نہ کرو	۴۵۴
۳	قانونِ مکافات	۴۵۵
۴	اللہ کے اولیاء کی شان اور مجرموں کو اجازتِ عمل	۴۵۶
۵	منکرینِ حق کی اصل غلطی دُنیا کا دھوکہ اور اس کا انجام	۴۶۱
۶	ہر شخص کا مقام اس کے عمل کے لحاظ سے ہوتا ہے اور نظریۂ جبر باطل ہے	۴۶۲
۷	خود ساختہ پابندیوں کی مذمت	۴۶۵ تا ۴۷۰
۸	خُدا نے کن کن چیزوں کو حرام کیا؟	۴۷۰
۹	عقیدۂ جبر کی رد	۴۷۲
۱۰	خُدا کی عائد کی ہوئی پابندیاں	۴۷۴
۱۱	تورات اور قرآن کی اہمیت اور مقصد	۴۷۷
۱۲	دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دینے کی مذمت	۴۸۰
۱۳	نیکی کا دس گنا بدلہ اور دینِ ابراہیمی	۴۸۱
۱۴	خُدا کے امتحان لینے کا طریقہ	۴۸۳
۱۵	اعمال کا تولا جانا	۴۸۶
۱۶	قصۂ آدمؑ اور ابلیس کی چالیں	۴۸۷
۱۷	لباس اور بہترین لباس کی حقیقت	۴۹۲
۱۸	حُسن و خوبصورتی خُدا کو پسند ہے۔	۴۹۵
۱۹	اعراف کی بلندیوں پر اولیاءِ خُدا اور ان کے اختیارات و ارشادات	۵۰۴
۲۰	قرآن کی خصوصیات اور منکرینِ قرآن کا انجام	۵۰۷
۲۱	خُدا کی تخلیق اور حکمرانی کی شان اور حکمِ دُعا	۵۰۹
۲۲	حق کو ماننے اور نہ ماننے والوں کی مثال اور قصۂ نوحؑ	۵۱۲
۲۳	قصۂ ہودؑ اور اُن کی قوم پر خُدا کے احسانات	۵۱۵
۲۴	حضرت صالحؑ اور اُن کی قوم کا حال	۵۱۸
۲۵	قومِ لوط کی شرمناک حرکتیں	۵۲۱
۲۶	حضرت شعیبؑ اور معاشی عدل کا حکم	۵۲۳

www.drhasanrizvi.org

امام باقر علیہ السلام کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن مجید

www.drhasanrizvi.org

وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا

اور اگر ہم اُن پر فرشتے بھی اُتار دیتے اور مُردے تک اُن سے باتیں کرتے اور ہم ہر چیز کو گروہ در گروہ لا کر اُن کے سامنے جمع بھی کر دیتے، تب بھی یہ لوگ اِیمان لانے والے نہ تھے۔ سِوا اِس کے کہ اللہ یہی طے کر لیتا (کہ وہ سب مجبوراً اِیمان لے ہی آئیں)۔ لیکن (بات دراصل یہ ہے کہ) اُن میں سے اکثر جہالت[۱] سے کام لیتے ہیں (یعنی عقل سے کام ہی نہیں لیتے) ﴿۱۱۱﴾ اور اِسی طرح ہم نے ہر نبیؑ کے دُشمن، اِنسان اور جِنوں[۲] کو قرار دیا ہے جو ایک دُوسرے کو دھوکہ دینے کے لئے چکنی چُپڑی جھُوٹی بناوٹی باتوں کے وسوسے (بُرے خیالات) دِلوں میں ڈالتے رہتے ہیں۔

[۱] معلوم ہوا کہ جہالت کے معنی "حقیقتوں کو نہ ماننے کا فیصلہ کرلینا" ہوتا ہے۔ جس کا منطقی نتیجہ یہ ہے کہ انسان پھر حقائق پر سرے سے غور کرنے ہی کو تیار نہیں ہوتا۔ اس لئے الٹی سیدھی تاویلیں کرکے حق کو ٹال دیتا ہے۔ کیوں کہ وہ صرف مادی فوائد ہی کو زندگی کا حاصل سمجھتا ہے۔ اسی کو جہالت یعنی "حقائق کا نہ جاننے پر اصرار" کہتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ "سوا اس کے کہ اللہ یہی طے کر لیتا" (کہ وہ سب جبری طور پر ایمان لے آئیں) تو یہ اس کی حکمت کاملہ کا تقاضا نہ تھا کیوں کہ انسان کا امتیازی جوہر ہی یہ ہے کہ وہ فاعلِ مختار ہے اور اپنی عقل کی بناء پر فیصلے کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔ اگر خدا جبر کرکے ایمان لانے پر سب کو مجبور کر دیتا تو انسان کی خود مختاری ہی ختم ہو جاتی۔

☆☆☆

[۲] قرآن نے جنات کو "شیاطین" کہا ہے۔ لیکن شیاطین ہمیشہ جن ہی نہیں ہوتے بلکہ انسان بھی شیطان کا کام انجام دیتے ہیں۔ خود قرآن میں ہر سرکش اور نافرمان کے لئے شیطان کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، خواہ وہ جن ہو یا انسان۔ (از تفسیر کبیر امام رازی)

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

www.drhasanrizvi.org

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۱۲﴾
وَلِتَصْغٰٓى اِلَيْهِ اَفْـِٕدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ
وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾
اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ
مُفَصَّلًا ؕ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ

اور اگر آپؐ کا پالنے والا مالک یہ (نہ) چاہتا تو
وہ ایسا نہ کرتے (یعنی اللہ نے یہ چاہا ہے کہ اِس
طرح ہمارا اِمتحان لے) لہٰذا آپؐ اُنہیں اور اُن
کی گھڑی ہوئی جھوٹی باتوں کی پرواہ نہ کیجئے ﴿۱۱۲﴾
تاکہ جو لوگ آخرت کو نہیں مانتے ' اُن کے دِل
اُن (شیطانوں کی باتوں[ل]) کی طرف مائل ہوجائیں
اور تاکہ پھر وہ جو حرکتیں کرتے ہیں وہ اُن کو
پسند بھی کرنے لگیں ﴿۱۱۳﴾ تو کیا میں اللہ کے سِوا
کِسی اور کو فیصلے کرنے کے لئے تلاش کروں؟
اور وہ تو وہی (خدا) ہے جِس نے تمھاری
طرف (اَپنی) کِتاب اُتاری ہے جو تفصیلی بیانات
کی حامل ہے۔ اور جنھیں ہم نے (آسمانی) کِتاب
دی ہے وہ تو خوب جانتے ہیں کہ یہ (قُرآن)

ل ایمان نہ لانے والوں کی باتیں بڑی پر فریب ہوتی ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ زندگی کے ہر مسئلے کو حل کردیں گے۔ مگر ان کی سب باتیں صرف اور صرف دھوکہ ہوتی ہیں۔ ان میں اصلیت نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی۔

☆☆☆

(پچھلے صفحہ کا بقیہ)

شیطان کی صفت دھوکہ' مکاری' لذت طلبی اور نئے نئے عجیب و غریب نظریات ہوتے ہیں۔ انہیں۔ کے ذریعے خدا ہماری عقلوں کا امتحان لیتا ہے۔ خدا نے انسان کو نیک بننے اور ایمان لانے پر مجبور نہیں کیا بلکہ اس کو انتخاب اور اختیار کی آزادی عطا فرمائی۔ اس آیت سے بالکل واضح ہوگیا کہ انسان اپنے عمل میں آزاد اور خود مختار ہے۔ مجبور نہیں۔

☆☆☆

www.drhasanrizvi.org

مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۱۱۴﴾
وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ۭ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۱۵﴾
وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿۱۱۶﴾

تمھارے پروردگار ہی کی طرف سے سچّائی کے ساتھ اُتارا گیا ہے۔ لہٰذا تم شک کرنے والوں میں سے نہ ہو جانا ﴿۱۱۴﴾

اور آپؐ کے پالنے والے مالک کی بات سچّائی[1] اور عدالت کے معیار پر پُوری اور مکمّل ہے۔ اور اُس کی باتوں کا بدلنے والا کوئی نہیں۔ اور وہ سَب کچھ سُننے والا" بڑا ہی جاننے والا ہے ﴿۱۱۵﴾ اور اگر تم اِس زمین کے رہنے والوں کی اکثریت[2] کا کہنا مانوگے تو وہ تمھیں اللہ کے راستے سے بھٹکا دیں گے۔ (کیونکہ) وہ صرف (اَپنے اُلٹے سیدھے) اَندازوں" گمانوں اور قیاس آرائیوں کی پَیروی کرتے ہیں اور اَٹکل پچّو باتیں بَناتے ہیں ﴿۱۱۶﴾ اور حقیقت تو یہ ہے

[1] قرآن نے پورے زور بیان سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ خدا کی ہر بات سچی اور عدالت پر مبنی ہوتی ہے۔ اس لئے پورے عالم اسلام کو یہ ماننا چاہئے کہ خدا عادل ہے۔ نیز اس لئے بھی کہ عدل کی ضد ظلم ہے اور ظلم ہر برائی کو کہتے ہیں اور خدا ہر برائی سے پاک ہے' اس لئے بھی ضروری ہوا کہ وہ عادل ہو۔ نیز قرآن نے بار بار یہ بھی فرمایا ہے کہ "خدا ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا"۔ اتنی صاف وضاحت کے باوجود عالم اسلام میں صرف ایک فرقہ علمِ کلام کی اصطلاح میں "عدلیہ" کہلاتا ہے۔ یہ نتیجہ ہے ظالم بادشاہوں کے تصرفات کا۔ کیوں کہ وہ خود ظالم تھے اس لئے ان کے لئے ضروری ہوا کہ وہ یہ عقیدہ منوائیں کہ خدا کے لئے بھی عدل کرنا ضروری نہیں۔ وہ جو چاہے کرے اور اس طرح "طاقت حق ہے" کے نظریہ کو تقویت پہنچائی گئی۔

☆☆☆

[2] اس آیت سے صاف صاف یہ نتیجہ نکلا کہ لوگوں کی اکثریت کا کسی نظریہ کو مان لینا حق کا معیار نہیں ہو سکتا۔ البتہ یہ بات ضرور ثابت ہو گئی کہ اکثریت اکثر باطل پر ہوتی ہے۔ کیوں کہ عوام اپنی خواہشات' توہمات اور جذباتی محرکات ہی کی پیروی کرتے ہیں۔

☆☆☆

www.drhasanrizvi.org

کہ تمھارا پالنے والا مالک ہی بہتر جانتا ہے کہ
کون اُس کے راستے سے ہٹا ہوا ہے اور کون
سِیدھے راستے پر ہے ﴿۱۱۷﴾
پس اگر تم اللہ کی آیتوں اور نِشانیوں پر
اِیمان رکھتے ہو تو جس (حلال) جانور پر اللہ
کا نام لیا گیا ہے اُس کا گوشت کھاؤ[۱] ﴿۱۱۸﴾
اور آخر تمھیں کیا حق ہے کہ تم اُس چیز کو
نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہے؟ حالانکہ
اُس نے اُن چیزوں کو تفصیل سے بتا دیا ہے
جو اُس نے تم پر حرام کی ہیں، سِوا اُس کے
جس کو تمھیں مجبوراً کھانا پڑ جائے۔ اور یقیناً
بہت سے لوگوں کا تو یہ حال ہے کہ وہ عِلم
کے بغیر صِرف اپنی خواہشات کی بِنا پر گمراہ

إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ مَن يَضِلُّ عَن سَبِيلِهِ ۖ وَهُوَ
أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ﴿۱۱۷﴾
فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ إِن كُنتُم بِآيَاتِهِ
مُؤْمِنِينَ ﴿۱۱۸﴾
وَمَا لَكُمْ أَلَّا تَأْكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَقَدْ
فَصَّلَ لَكُم مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ ۗ
وَإِنَّ كَثِيرًا لَّيُضِلُّونَ بِأَهْوَائِهِم بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ إِنَّ

[۱] خدا کا نام لے کر ذبح کرنے سے شرک کی جڑ کٹتی ہے۔ شکر نعمت ادا ہوتا ہے۔ نیز یہ احساس زندہ ہوتا ہے کہ ہمارا اصل رازق خدا ہے۔ نیز یہ کہ مردہ جانور کھانے سے طبی نقصانات بھی ہوتے ہیں۔

حضرت امام جعفر صادقؑ سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی شخص کسی جانور کو ذبح کرتے وقت خدا کا نام لینا بھول جائے تو کیا کرے؟ فرمایا وہ گوشت بنانے میں نام لے اور یہ بھی کہے کہ "بسم اللہ مِن اولہٖ الیٰ آخرہ" یعنی اللہ کے نام سے۔ (ذبح کرتا ہوں) اول سے آخر تک۔

حضرت امام محمد باقرؑ سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی شخص جانور کو ذبح کرتے ہوئے اللہ اکبر، سبحان اللہ، الحمد اللہ یا لاالٰہ الاّ اللہ کہہ دے تو یہ جائز ہے۔ فرمایا۔ ہاں۔ اس لئے کہ اِن تمام کلمات میں اللہ کا نام موجود ہے۔

☆☆☆

www.drhasanrizvi.org

رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِينَ ﴿١١٩﴾
وَذَرُوا ظَاهِرَ الْإِثْمِ وَبَاطِنَهُ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَكْسِبُونَ
الْإِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوا يَقْتَرِفُونَ ﴿١٢٠﴾
وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ ۗ
وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلَىٰ أَوْلِيَائِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ ۖ وَ

کرتے ہیں ۔ اور یہ حقیقت ہے کہ تمھارا پالنے والا مالک اُن کو خوب جانتا ہے جو حدوں سے آگے بڑھ جانے والے ہیں (۱۱۹) تم کھلے ہوئے اعلانیہ اور چھپے ہوئے خُفیہ دونوں (قسم کے) گناہوں سے بچو ۔ کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ جو لوگ بھی گناہ کرتے ہیں اُنھیں اُن کے کِئے کی سزا ضرور بُھگتنی پڑے گی ۔ (یا) جو لوگ گناہ کماتے ہیں وہ اَپنی اُس کمائی کا بدلہ پا کر ہی رہیں گے[۱] (۱۲۰) اور جس جانور کو اللہ کا نام لے کر ذبح نہ کِیا گیا ہو، اُس کا گوشت نہ کھاؤ ۔ یقیناً یہ بہت بڑا گناہ ہے ۔ شیاطین تو اَپنے ساتھیوں کے دِلوں میں شکوک و شبہات اور اعتراضات ڈالتے ہی رہتے ہیں

۱ آیت کے ہر ہر لفظ سے ثابت اور ظاہر ہے کہ گناہ کرنا خود بندے کے اختیار میں ہے۔ گناہ ایسی چیز نہیں جو بندے کے اختیار سے باہر ہو۔ یہ اختیار خدا ہی کی عطا کی ہوئی قوت ہے۔ (تفسیر ماجدی)۔

تفسیر قمی میں ہے کہ ظاہری گناہ سے تمام عملی گناہ، اور باطنی گناہوں سے اصول دین یعنی شک اور شرک مراد ہیں۔

عرفاء نے اس آیت سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ گناہ جس طرح اعضاء و جوارح سے ہوتے ہیں اسی طرح قلب سے بھی ہوتے ہیں۔ قرآن میں خدا نے روز قیامت کے سلسلے میں فرمایا ہے کہ "وہاں دلوں کی حقیقت کو حاصل کیا جائے گا"۔

☆☆☆

www.drhasanrizvi.org

وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ﴿۱۲۱﴾

اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ۭ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۲﴾

تاکہ وہ تم سے بحث مباحثہ اور جھگڑا کریں۔ لیکن اگر تم نے اُن کی اِطاعت کرتے ہوئے اُن کی بات مان لی تو پھر یقیناً تم مُشرک[۱] ہو ﴿۱۲۱﴾ ع

۱۴
ع ۱۱
۱

کیا وہ اِنسان جو پہلے مُردہ تھا پھر ہم نے اُسے زندہ کیا اور اُس کے لئے ایک نُور بنایا جس کی رَوشنی میں وہ لوگوں کے درمیان چَلتا پھرتا ہے[۲]، اُس اِنسان جَیسا ہو سکتا ہے جو اَندھیروں میں اِس حال میں پڑا ہو کہ کِسی طرح اُن اَندھیروں میں سے نِکل ہی نہ سکتا ہو؟ اِسی طرح کافروں کی نظر میں اُن کے (بُرے) کام جو وہ کیا کرتے ہیں، سَجا بَنا کر، خُوب صُورت بَنا دِئے گئے ہیں۔ (یعنی وہ اَپنی ہر بَدکاری کو نیکی، ہر حماقت کو تحقیق، ہر بَداخلاقی کو تہذیب،

۱ آخر میں خدا کا یہ فرمانا کہ "اگر تم ان کا کہنا مانو گے تو یقیناً مشرک ہو جاؤ گے" کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ اگر تم مشرکوں کے کہنے پر حرام چیزیں کھاؤ گے تو آخرکار انکے ہر کہنے کو ماننے ہی لگو گے اور اس طرح شرک کرنے پر بھی آمادہ ہو جاؤ گے۔ فقہاء نے اس آیت سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اللہ کی حرام کی ہوئی چیز کو حلال ٹھہرا لینا انسان کو مشرک بنا دیتا ہے۔ (معالم)۔

۲ اسی لئے عرفاء معرفت اور طریق حق کو نور سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہی آیت اس بات کی دلیل ہے کہ خدا، رسولؐ اور امام بر حقؑ کی معرفت اور ان کی پیروی "نور" ہے۔

"مردہ تھا اسے زندہ کیا" سے مراد ہے کہ وہ کافر تھا، حق کا منکر تھا ہم نے اسے ایمان کی ہدایت فرما کر ایمانی زندگی عطا کی جو حقیقی زندگی ہے۔

"روشنی" سے مراد خدا کی دی ہوئی ہدایات ہیں جن کی روشنی میں مومن اپنی زندگی کے تمام کام انجام دیتا ہے۔

کتاب کافی میں حضرت امام محمد باقرؑ سے مروی ہے کہ "میت" سے مراد وہ شخص ہے جو کچھ بھی نہ جانتا تھا اور "نور" سے مراد امام (بر حق) ہے، جس کی وہ ہدایت کی زندگی حاصل کر لینے کے بعد پیروی کرتا ہے۔ (اصول کافی)۔

☆☆☆

www.drhasanrizvi.org

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ أَكٰبِرَ مُجْرِمِيهَا لِيَمْكُرُوا
فِيهَا ۚ وَمَا يَمْكُرُونَ إِلَّا بِأَنفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ﴿١٢٣﴾
وَإِذَا جَاءَتْهُمْ آيَةٌ قَالُوا لَن نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى
مِثْلَ مَا أُوتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ ۘ اللّٰهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ
رِسَالَتَهُ ۗ سَيُصِيبُ الَّذِينَ أَجْرَمُوا صَغَارٌ عِندَ

اور اَپنے ہر کانٹے کو پھول سمجھتے ہیں ﴿۱۲۲﴾ اور اِسی طرح ہم نے ہر بَستی میں کچھ بڑے بڑے مجرِموں کو اِس بات کی اِجازت دے دی ہے کہ وہ اَپنی مکّاریوں اور بدمعاشیوں کے خُوب منصُوبے بَنائیں۔ لیکن حقیقتاً وہ اَپنے ہی مکر و فریب کے جَال میں خود آپ ہی پھَنس جائیں گے۔ لیکن اُنھیں اِس بات کی سمجھ نہیں ہے ﴿۱۲۳﴾

جَب بھی اُن کے سامنے کوئی خدا کی نِشانی یا مُعجزہ آتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ: "ہم تو ہرگز بھی اِس چیز کو نہ مانیں گے، جب تک کہ وَیسی ہی چیز خود ہم کو بھی نہ دی جائے[۱]" جو رسُولوںؑ کو دی گئی ہے۔" اللہ خُوب جانتا ہے کہ اَپنی پَیغمبری کا کام کِس جگہ رکھّے۔ (یعنی کِس سے لے

[۱] مطلب یہ ہے کہ کافروں کا کہنا یہ تھا کہ اللہ ہم کو رسول کیوں نہیں بناتا۔ خدا کے جواب کا مفہوم یہ ہے کہ پیغمبری ہر کس و ناکس کو تھوڑی مل سکتی ہے۔ اس کے لئے اعلیٰ ترین کمالات انسانی درکار ہیں۔ ان اوصاف کو صرف خدا ہی جانتا ہے کہ کس کس میں موجود ہیں۔ ثابت ہوا کہ پیغمبروں کی بڑائی رسالت کے عہدے ہی کی وجہ سے نہیں، بلکہ ان کے ذاتی اوصاف اور کمالات کی وجہ سے ہے۔ یہ اور بات کہ خدا کا علم تجربے کا محتاج نہیں کہ جب وہ پیغمبر دنیا میں آکر پہلے اپنے کمالات دکھا دیں تب خدا کو ان کی اعلیٰ خصوصیات کا علم ہو۔ اسی لئے حضورؐ نے فرمایا۔ "میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدمؑ مٹی اور پانی کے درمیان میں تھے"۔ قرآن میں ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے اپنی ماں کی گود میں جب کہ وہ چند دن کے تھے فرمایا۔ "مجھے خدا نے کتاب دی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے"

امام رازی نے اس آیت کے آخری حصے کے بارے میں لکھا کہ "خدا نے کتنا صاف صاف بیان فرما دیا کہ ان پر عذاب کا سبب خود ان کا مکر، کذب، اور حسد ہے۔ (تفسیر کبیر)۔

☆☆☆

www.drhasanrizvi.org

اور کس طرح لے) بہت قریب ہے وہ وقت کہ جن لوگوں نے جرم کیا ہے وہ اپنی مکّاریوں کے سَبب خدا کے ہاں سخت ذِلّت اور سخت عذاب میں گرفتار ہوں گے ﴿۱۲۴﴾

پس جسے خدا سیدھے راستے پر لگانا چاہتا[1] ہے، اُس کے سِینہ کو اِسلام کے لئے کھول دیتا ہے اور جسے گمراہی میں چھوڑ دینا چاہتا ہے اُس کے سِینہ کو تنگی کے ساتھ بالکل ہی بَند کر دیتا ہے، جَیسے کہ وہ آسمان میں بہت اُونچا ہوتا جا رہا ہو۔ اِس طرح اللہ (حق سے دُور بھاگنے اور حق سے نفرت کرنے کی) گندگی کو اُن لوگوں پر ڈال دیتا ہے جو (کسی طرح بھی) حق بات کو نہیں مانتے ﴿۱۲۵﴾ حالانکہ یہ تو تمھارے

اللّٰهِ وَعَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا كَانُوا يَمْكُرُونَ ﴿۱۲۴﴾

فَمَنْ يُرِدِ اللّٰهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ

وَمَنْ يُرِدْ أَنْ يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَرَجًا

كَأَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَاءِ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ

عَلَى الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۱۲۵﴾

[1] یاد رہے کہ اللہ کا چاہنا انسان کے اپنے طرزِ عمل پر مبنی ہوا کرتا ہے اسی لئے آخر میں فرمایا ———"اسی طرح اللہ گندگی کو ان لوگوں پر ڈال دیتا ہے جو حق بات کو نہیں مانتے"۔ صاف صاف معلوم ہو گیا کہ ایمان نہ لانا خدا کے عمل کا نتیجہ نہیں ہوتا ہے بلکہ انسان کا اپنا عمل ہوتا ہے۔ اسی طرح جب انسان اپنے ارادہ و اختیار سے خدا کی طرف توجہ کرتا ہے تو اس کے نتیجہ میں خدا اس کے سینے کو اسلام کے لئے کھول دیتا ہے لیکن جب انسان حق بات کو از خود نہیں مانتا تو پھر خدا کی طرف سے رفتہ رفتہ توفیقات سلب ہونے لگتی ہیں۔ جس کے نتیجہ میں اس کے دل و دماغ کے دروازے بند ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ اس کا سینہ تنگ ہوتا جاتا ہے۔ پھر حق بات کو ماننا اس کے لئے سخت مشکل ہوتا ہے۔

جب یہ آیت اتری تو حضور اکرمؐ سے کسی نے پوچھا کہ دل کے دروازے کھل جانے کی پہچان کیا ہے؟ فرمایا "(۱) ہیشگی کے گھر کی طرف رجوع کرنا۔ (۲) دنیا جو دھوکے کا گھر ہے، اس سے بے رغبتی رکھنا اور (۳) مرنے کے لئے ہر وقت تیار رہنا۔ یہ نورانی قلب کی نشانیاں ہیں"۔

www.drhasanrizvi.org

پالنے والے مالک کا سیدھا راستہ ہے۔ اور ہم نے خود اپنی نشانیوں کو اُن لوگوں کے لئے تفصیل کے ساتھ واضح کر دیا ہے جو نصیحت کو قبول کرتے ہیں[1] ﴿۱۲۶﴾ اُن کے لئے اُن کے پالنے والے مالک کے ہاں اَمن، چَین اور سلامتی کا گھر ہے اور وہی اُن کا سَرپرست[2] بھی ہے۔ یہ سب صِلہ ہے اُن کے اَچھّے کاموں کا جو وہ (دُنیا میں) کیا کرتے تھے ﴿۱۲۷﴾

جس دِن اللہ اِن سب کو گھیر گھیر کر اِکھٹّا کرے گا (اور پھر کہے گا) اَے جِنوں کے گروہ (شیطانو)! تم نے اِنسانوں پر قبضہ جما کر اُن پر خُوب ہاتھ صاف کیا" تو اِنسانوں میں جو اُن کے دوست تھے وہ کہیں گے: " اَے ہمارے

وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيمًا ۗ قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَذَّكَّرُونَ ﴿۱۲۶﴾

لَهُمْ دَارُ السَّلَامِ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۖ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۲۷﴾

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِنَ الْإِنْسِ ۖ وَقَالَ أَوْلِيَاؤُهُمْ مِنَ

[1] آیتیں تو سب کے لئے ہوتی ہیں مگر ان سے فائدے صرف وہی لوگ اٹھاتے ہیں جن کے دلوں میں نصیحت اور ہدایت حاصل کرنے کی طلب صادق ہوتی ہے۔

☆☆☆

[2] خدا کا اپنے نیک بندوں سے جو دوستی اور سرپرستی کا تعلق ہوتا ہے اس کا سبب خود ان بندوں کا حسن عمل ہوتا ہے۔ ولی کے معنی قریب کے بھی ہیں۔ یہاں یہی معنی زیادہ مناسب ہیں کیوں کہ بعد میں "عند ربھم" آیا ہے یعنی اپنے رب کے پاس۔ اور یہ نیک بندوں کا انتہائی شرف ہے یعنی خدا نیک بندوں کا قریبی دوست، سرپرست اور کارساز ہے۔ یہ بھی بتا دیا کہ یہ دوستی اور یہ مرتبہ ہمیں اپنے حسن عمل ہی سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اس کے سوا کوئی اور طریقہ نہیں۔

☆☆☆

www.drhasanrizvi.org

الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَّبَلَغْنَآ
اَجَلَنَا الَّذِیْٓ اَجَّلْتَ لَنَا ؕ قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ
خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِیْمٌ
عَلِیْمٌ ﴿۱۲۸﴾
وَكَذٰلِكَ نُوَلِّیْ بَعْضَ الظّٰلِمِیْنَ بَعْضًۢا بِمَا كَانُوْا

مالک! ہم میں سے ہر ایک نے ایک دُوسرے سے خُوب خُوب فائدے اُٹھائے[۱] اور اِسی طرح ہم نے اَپنی عُمر گزار دی جو تُو نے ہمارے لئے مُقرّر کی تھی۔ اللہ فرمائے گا: "تو لو اَب جہنّم کی آگ تمھارا ٹھکانا ہے" اِس میں تم ہمیشہ ہمیشہ رہو گے، سِوا اُن لوگوں کے جن کو اللہ نے بچانا چاہا۔ اِس میں کوئی شک و شبُہ نہیں ہے کہ تمھارا پالنے والا مالک بالکل ٹھیک کام کرنے والا" اور سَب کچھ جاننے والا ہے ﴿۱۲۸﴾ اور اِس طرح ہم ظالموں کو آپس میں ایک دُوسرے کا ساتھی بنائیں گے (یا) اِس طرح ہم ظالموں کو ایک دُوسرے کے سپُرد کر دیتے ہیں[۲]، اُس کمائی کی وجہ سے جو

۱ انسانوں کا یہ کہنا کہ "شیاطین نے ہم سے فائدہ اٹھایا" کے معنی یہ ہیں کہ شیطانوں کی جماعت بڑھی۔ ہم ان کے غلام بنے اور ہم نے ان سے یہ فائدہ اٹھایا کہ اپنی نفسانی پست خواہشات کی لذتیں حاصل کرنے کے طریقے شیطانوں سے سیکھے اور اس طرح لذتیں حاصل کیں۔

حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ "خدا نے ظالم سے ہمیشہ ظالم ہی کے ذریعہ انتقام لیا ہے۔ اور یہ بات خدا کے اسی قول سے ثابت ہے۔" (تفسیر عیاشی بحوالہ کافی)۔

☆☆☆

۲ "ظالموں کو ہم ایک دوسرے کے سپرد کردیتے ہیں" کا مطلب شاہ ولی اللہ نے لکھا "ظالموں کو ایک دوسرے پر مسلط کر دیتے ہیں"۔ اس طرح ان کو ہم اپنی سرپرستی سے نکال دیتے ہیں" ان کے اعمال کی سزا میں۔

محققین نے لکھا کہ ظلم کے تحت ہر قسم کا گناہ آجاتا ہے۔ خواہ چوری ہو یا تاجرانہ دھوکے بازی۔ نیز یہ نتیجہ بھی نکالا ہے کہ جب رعایا ظالم ہوتی ہے تو خدا ظالم حکمراں مسلط فرماتا ہے۔

☆☆☆

www.drhasanrizvi.org

وہ (دُنیا میں ایک دُوسرے کے ساتھ مِل جُل کر)
۱۵ ع ۸ ۲ کِیا کرتے تھے[۱] (۱۲۹) ع (اُس دن اللہ اُن سے
پُوچھے گا): "اَے جِنوں اور اِنسانوں کے گروہ!
کیا تمھارے پاس خود تم ہی میں سے وہ خدا کا
پَیغام لانے والے نہیں آئے تھے جو تمھارے
سامنے میری آیتیں بیان کرتے تھے اور تم کو
اِس دِن کے آنے سے ڈراتے تھے؟" اِس پر
وہ کہیں گے: "بے شک ہم اَپنے ہی خِلاف
گواہی دیتے ہیں۔" (اصل میں) اُن کو دُنیا
کی زِندگی نے دھوکہ میں ڈال رکھّا تھا اور
اَب اُنھوں نے خود اَپنے ہی خلاف گواہی دے
دی کہ بے شک وہ حقیقتوں کو ماننے سے اِنکاری
تھے[۲] (۱۳۰) یہ (گواہی اُن سے اِس لئے لی جائے گی

عٍ يَكْسِبُوْنَ (۱۲۹)

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ
يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ
قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰٓى اَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا
وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ (۱۳۰)

[۱] کیونکہ وہ دنیا میں برے کام ایک دوسرے کے ساتھ مِل جُل کر کیا کرتے تھے، اِس لئے اُن کو آخرت میں بھی ایک دوسرے کا ساتھی بنا دیا گیا۔ کیوں کہ دین کے اوّلین معنی بدلے کے ہوتے ہیں۔ جیسی کرنی ویسی بھرنی۔

☆☆☆

[۲] اس آیت سے پھر خدا کی عدالت کو بڑی شدت کے ساتھ ثابت کیا گیا ہے کہ خدا کسی بے خبر کو سزا نہیں دیتا نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ انسان فاعل مختار ہے اسی لئے وہ اپنے خلاف خود گواہی دے رہا ہے۔

☆☆☆

www.drhasanrizvi.org

تاکہ معلوم ہو جائے) کہ تمہارا پالنے والا مالک
یہ نہیں کرتا کہ آبادیوں کو ظلم کے ساتھ تباہ و
برباد کر ڈالے جب کہ اُن بستیوں کے رہنے والے
حقیقت سے واقف بھی نہ ہوں[1] (۱۳۱) (بلکہ) ہر شخص
کا درجہ اُس کے کاموں ہی کے لحاظ سے ہے
جو اُس نے کیے۔ اور تمہارا پالنے والا مالک
اُن کے اُن کاموں سے جو وہ کیا کرتے تھے
بے خبر نہیں[2] (۱۳۲) تمہارا پالنے والا مالک بے نیاز[3]
ہے، اور رحمت والا ہے۔ اور اگر وہ چاہے تو
تم سب لوگوں کو لے جائے اور تمہاری جگہ
دوسرے جن لوگوں کو بھی چاہے لے آئے، جیسے
کہ تم لوگوں کو اُس نے کچھ اور لوگوں کی نسل
سے پیدا کر دیا ہے (۱۳۳) اِس میں ہرگز کوئی

ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّ
اَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ﴿١٣١﴾
وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ
عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٣٢﴾
وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ
وَيَسْتَخْلِفْ مِنْ بَعْدِكُمْ مَّا يَشَآءُ كَمَآ اَنْشَاَكُمْ
مِّنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ﴿١٣٣﴾

[1] معلوم ہوا کہ خدا جب تک پوری طرح اتمام حجت نہیں کر لیتا کسی قوم کو بے خبری کی حالت میں نہیں پکڑتا۔ یہ خدا کے عدل کی شان ہے۔

[2] معلوم ہوا کہ آخرت کے مرتبے عمل پر مبنی ہیں اور عمل کا دارومدار ایمان پر ہے۔ قرآن ایمان بلا عمل کے وجود ہی کو تسلیم نہیں کرتا۔

☆☆☆

[3] معلوم ہوا کہ خدا کا پیغمبروں کو بھیجتے رہنا اس لئے نہیں ہوتا کہ معاذاللہ خدا بندوں کی عبادت کا محتاج ہے۔ یہ تو مشرکوں کے دیوتا ہوتے ہیں جو پجاریوں اور پوجا پاٹ کے محتاج ہوتے ہیں خدا ہر احتیاج کے ہر امکان سے پاک ہے۔

امام رازی نے یہاں ایک جملہ لکھا ہے کہ "اہل سنت کی نظر حق تعالیٰ کی قدرت و مشیت پر زیادہ ہوتی ہے اور معتزلہ کی نظر صفت عدل پر زیادہ ہوتی ہے مگر دونوں کی تشفی کے لئے خدا کا یہ فرمانا بہت کافی ہے کہ "تیرا رب غنی ہے اور رحمت والا ہے"۔ (از تفسیر کبیر)۔

☆☆☆

www.drhasanrizvi.org

إِنَّ مَا تُوعَدُونَ لَآتٍ ۖ وَمَا أَنتُم بِمُعْجِزِينَ ﴿١٣٤﴾
قُلْ يَا قَوْمِ اعْمَلُوا عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ إِنِّي عَامِلٌ ۖ فَسَوْفَ
تَعْلَمُونَ مَن تَكُونُ لَهُ عَاقِبَةُ الدَّارِ ۗ إِنَّهُ لَا
يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ﴿١٣٥﴾
وَجَعَلُوا لِلَّهِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْأَنْعَامِ نَصِيبًا

شک ہی نہیں ہے کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ لازمی طور پر آنے ہی والی ہے۔ اور تم خدا کو عاجز و لاچار نہیں کر سکتے ﴿١٣٤﴾ (اِس لئے) آپؐ اُن سے کہہ دیں کہ اَے لوگو! تم اَپنی جگہ کام کرتے رہو[1] اور میں اَپنی جگہ کام کر رہا ہوں۔ عنقریب تمھیں معلوم ہو جائے گا کہ اُس دُنیا کی بہتری کس کے لئے ہے؟ بہر حال یہ حقیقت ہے کہ ظالم ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتے ﴿١٣٥﴾

اِن لوگوں نے اللہ کے لئے خود اللہ کی پَیدا کی ہوئی کھیتیوں اور مویشیوں میں سے ایک حِصّہ مُقرّر کر رکھا ہے اور اَپنے ناقص خیال کے مطابق کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے لئے ہے[2] اور یہ (دوسرا) حِصّہ ہمارے بَنائے

[1] خدا کا فرمانا کہ "تم اپنے کام کرتے رہو" یہ کوئی حکم نہیں ہے بلکہ ڈرانے کا ایک طریقہ ہے گویا جو کرنا ہے کرلو تم میرا کچھ بگاڑ نہیں سکتے۔ بعد میں تم کو خود پتہ چل جائے گا کہ تمھارا کتنا برا حشر ہوتا ہے"۔

☆☆☆

[2] کافر اپنی کھیتی اور مویشیوں میں سے اللہ کی نیاز کا نکالتے اور بتوں کی نیاز کا بھی نکالتے۔ پھر اگر دیکھتے کہ اللہ کے نام والا جانور زیادہ اچھا موٹا تازہ اور بڑا ہے تو اس کو بتوں کی نیاز کی طرف لے جاتے تھے لیکن بتوں کی طرف والے اچھے جانور اللہ کی طرف نہیں لاتے تھے۔ کیوں کہ وہ بتوں سے مرعوب تھے۔ (ملخص از موضح القرآن)۔

کیوں کہ وہ یہ بھی سمجھتے تھے کہ خدا تو بے نیاز ہے مگر بت ضرورت مند ہیں۔ اس لئے اگر اللہ کا حصہ بتوں کو مل جائے تو کوئی حرج نہیں۔ حالانکہ ان کا عمل خود اس بات کی دلیل تھا کہ ایسے بت جو خود کافروں کے محتاج ہوں بھلا کس طرح پوجنے کے لائق ہو سکتے ہیں؟۔

☆☆☆

فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ۚ فَمَا كَانَ
لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ
يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ۗ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾
وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ
شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ ۗ وَ
لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۷﴾

ہوئے خدا کے شریکوں کے لئے ہے۔ تو جو حِصّہ اُن کے بنائے ہوئے خدا کے شریکوں کا ہے وہ اللہ کی طرف نہیں جا سکتا۔ مگر جو حِصّہ اللہ کے لئے ہے وہ اُن کے بنائے ہوئے خدا کے شریکوں کو دیا جا سکتا ہے۔ کیسے بُرے فیصلے ہیں جو وہ کر رہے ہیں! ﴿۱۳۶﴾

اور اِسی طرح بہت سے مُشرکوں کے لئے اُن کے شریکوں نے اَپنی اَولاد کے قتل کرنے[١] کو سجا بَنا کر اُن کی نِگاہوں میں خُوب صُورت بنا دیا ہے تاکہ اُنھیں تباہ و برباد کر دیں اور تاکہ اُن کے دِین کو (اُن کی نِگاہوں میں) مشکوک بنا دیں۔ اور اگر اللہ چاہتا تو وہ اَیسا نہ کرتے[٢] لہٰذا اُنھیں اور اُن کی مَن گھڑت جھُوٹی بناوٹی

١ مشرکوں میں سے کسی کے ہاں جب لڑکی پیدا ہوتی تو لوگ اس کو برا بھلا کہتے تو وہ لڑکی کو اپنی ذلت سمجھ کر مار ڈالتا یا زندہ زمین میں دبا دیتا یا پجاریوں کے بہکانے پر بتوں کے آگے لا کر ذبح کر ڈالتا اور اس بات کو اپنے خیال میں بہت ہی اچھا سمجھتا۔

مشرکوں کے شریک سے مراد شیاطین، گمراہ لوگ، مشرکوں کے باپ دادا، بتوں کے پجاری سب کے سب ہو سکتے ہیں جو ایسے برے کاموں کو اچھا سمجھتے تھے اور دوسروں کو بھی سمجھاتے تھے۔

☆☆☆

٢ خدا کا یہ فرمانا کہ "اگر خدا چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے" سے مراد یہی ہے کہ خدا اگر ان کو اختیار نہ دیتا اور مجبور کر دیتا تو وہ ایسا برا کام نہ کرتے۔ مطلب یہ ہے کہ کیوں کہ خدا نے ان کو اپنی حکمت کے سبب اختیار دیا ہے، اس لئے وہ خود اپنے اختیار سے ایسے برے کام انجام دے رہے ہیں، کیوں کہ جبر کرنا خدا کی حکمت کے خلاف ہے۔

www.drhasanrizvi.org

باتوں کو چھوڑ دیں ﴿۱۳۷﴾

وہ کہتے ہیں کہ: "یہ جانور اور یہ کھیت اَچھوتے اور محفوظ ہیں۔ اِنھیں کوئی نہیں کھا سکتا سِوا اُس کے کہ جِسے ہم کِھلانا چاہیں۔" حالانکہ یہ پابندی خود اُن کی اَپنی ہی اِیجاد ہے۔ "پھر کچھ جانور جن پر سوار ہونا اور سامان لادنا (اُن کی طرف سے) حرام کر دیا گیا ہے" اور کچھ جانور اَیسے ہیں کہ جن پر وہ خدا کا نام ہی نہیں لیتے۔ اور یہ سَب کچھ اُنھوں نے خود اِیجاد کر رکھا ہے۔ اور عنقریب خدا اُن کو اُن کی اِن اِیجادات اور مَن گھڑت تہمتوں کی سَزا دے گا ﴿۱۳۸﴾

اور وہ کہتے ہیں کہ جو کچھ بھی اُن جانوروں کے پیٹ میں ہے وہ ہمارے مَردوں کے لئے

وَقَالُوا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ ۖ لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا
مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَاَنْعَامٌ
لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ ۚ سَيَجْزِيْهِمْ
بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۸﴾
وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا

وَمُحَرَّمٌ عَلٰۤى اَزْوَاجِنَا ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ
شُرَكَآءُ ؕ سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ ؕ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۳۹﴾
قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْۤا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ
وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ؕ قَدْ ضَلُّوْا
وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿۱۴۰﴾ ع

مخصوص ہے اور وہ ہماری عورتوں پر حرام ہے۔ لیکن اگر وہ مُردہ ہو تو سب اُس کے کھانے میں شریک ہو سکتے ہیں۔ عنقریب خدا اُن کو اُن کی اِن مَن گھڑت باتوں کے اِیجاد کرنے کی سزا دے گا۔ یقیناً خدا حِکمت و دانائی کے ساتھ ٹھیک ٹھیک کام کرنے والا اور ہر ہر بات کا جاننے والا ہے ﴿۱۳۹﴾

یقیناً اُن لوگوں نے سخت نقصان اُٹھایا جنھوں نے اَپنی اَولاد کو اَپنی حماقت اور جَہالت کی بِنا پر قتل کِیا اور اللہ کے دِئے ہوئے رِزق کو اللہ پر جھُوٹ باندھ کر حرام کر لیا۔ بے شک وہ صحیح راستے سے بھٹک گئے اور وہ ہرگز سیدھا راستہ پانے والے نہ تھے ﴿۱۴۰﴾ ع

خدا اپنی صفتِ حکمت کی بنا پر ہر ایک کو حسبِ حال سزا دے گا اور خدا اپنی صفتِ علم کی بنا پر کسی مجرم کی حقیقی حالت سے بے خبر نہیں۔

البتہ یہ سب ان کی ایجادات تھیں کہ بتوں کے چڑھاووں پر انہوں نے از خود بہت سی پابندیاں عائد کر رکھی تھیں کہ مثلاً ان نذرانوں کو بس وہی کھائیں آڑائیں گے جو بتوں کے خدمت گار ہیں یا یہ کہ بس مرد کھا سکیں گے عورتیں نہیں کھا سکتیں۔ یہ مسئلہ بھی بنایا تھا کہ جانور ذبح کیا اور اس کے پیٹ سے بچہ نکلا، اگر وہ زندہ نکلا تو صرف مرد کھائیں گے، عورتیں نہیں کھا سکتیں اور اگر مردہ نکلا تو عورتیں بھی کھا سکتی ہیں۔ خدا نے ایسی ساری مہمل، بے ہودہ باتوں کو رد کر دیا۔ کیوں کہ جو غذا حلال ہے وہ مرد اور عورتوں سب کے لئے حلال ہے اور اگر حرام ہے تو سب کے لئے حرام ہے۔ اس میں مرد عورت کی تفریق کا کوئی جواز نہیں۔

✡✡✡

www.drhasanrizvi.org

www.drhasanrizvi.org

وَهُوَ الَّذِيٓ اَنۡشَاَ جَنّٰتٍ مَّعۡرُوۡشٰتٍ وَّغَيۡرَ مَعۡرُوۡشٰتٍ وَّالنَّخۡلَ وَالزَّرۡعَ مُخۡتَلِفًا اُكُلُهٗ وَالزَّيۡتُوۡنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَيۡرَ مُتَشَابِهٍ ؕ كُلُوۡا مِنۡ ثَمَرِهٖۤ اِذَاۤ اَثۡمَرَ وَاٰتُوۡا حَقَّهٗ يَوۡمَ حَصَادِهٖ ۖ وَلَا تُسۡرِفُوۡا ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ

وہ اللہ ہی تو ہے جس نے گھنے گھنے باغ پیدا کیے جو ایسی بیلوں والے ہیں جو (بانسوں رسیوں وغیرہ کی مدد سے) اونچی کی جاتی ہیں۔ اور کھجور کے درخت پیدا کیے۔ اور طرح طرح کی کھیتیاں اگائیں۔ جن سے طرح طرح کے کھانے کی چیزیں حاصل ہوتی ہیں۔ اور زیتون اور انار کے درخت پیدا کیے جن کے پھل صورت شکل میں تو ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہوتے ہیں مگر مزے اور خصوصیات میں ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔ تو جب یہ پھلیں (یا) پھل دیں تو ان کی پیداوار اور پھلوں کو کھاؤ اور اور جب ان کی فصل کاٹو تو اللہ کا حق[1] ادا کرو (یا) جو اس کا واجب الادا حق ہے وہ ادا

[1] حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا "کھیتی میں دو حق ہیں۔ ایک وہ جو تم سے واجباً لیا جائے اور ایک وہ جو تم خوشی سے از خود دو۔ جو حق واجباً لیا جاتا ہے وہ دسواں یا بیسواں ہے اور جو تم خوشی سے دیتے ہو وہ خدا کے اسی قول کے مطابق ہے جو یہاں ارشاد ہوا ہے"۔ غرض اس جگہ مراد صدقہ ہے۔ جو تم مسکینوں کو دو۔ (تفسیر عیاشی بحوالہ کافی)۔

آخر میں خدا کا فرمانا کہ "حد سے آگے نہ بڑھو" سے مراد (۱) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایسا بھی نہ کرو کہ سب کچھ لٹا دو اور گھر والوں کے لئے کچھ بھی نہ رکھو" (۲) یا اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ "فضول خرچیوں میں سب اڑا دو اور مسکینوں کو کچھ نہ دو" اور (۳) یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ زکوٰۃ وصول کرنے والے زکوٰۃ کی وصولی میں سختی نہ کریں۔ (ملخص از مجمع البیان)۔

☆☆☆

www.drhasanrizvi.org

کرو، اور حد سے آگے نہ بڑھو کیونکہ یہ حقیقت
ہے کہ خدا حد سے آگے بڑھنے والوں کو دوست
نہیں رکھتا (۱۴۱) وہی تو ہے جس نے مویشیوں
میں سے وہ جانور بھی پیدا کیے ہیں جن سے
سواری اور سامان لادنے کا کام لیا جاتا ہے،
اور وہ بھی جو کھانے اور بچھانے کے کام آتے
ہیں (یعنی اُن کی کھالوں اور بالوں سے فرش
بنائے جاتے ہیں)۔ تو کھاؤ اُن چیزوں میں
سے جو اللہ نے تمھیں بخشی ہیں اور شیطان
کی پیروی مت کرو[1] کہ وہ تو تمھارا کھلا ہوا
دُشمن ہے (۱۴۲)
یہ آٹھ نر و مادہ ہیں۔ دو[2] بھیڑ کی قسم
سے اور دو[2] بکری کی قسم سے۔ آپؐ اُن سے

الْمُسْرِفِيْنَ (۱۴۱)
وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ
اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ
مُّبِيْنٌ (۱۴۲)
ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ

[1] "شیطان کی پیروی نہ کرو" سے مراد بلا وجہ کی پابندیاں قبول کرنا ہے۔ جو کفرِ نعمت ہیں۔ یہ شیطان کی بد معاشیاں ہیں۔ اسی طرح وہ تم کو دنیا و آخرت کی نعمتوں سے محروم کر دیتا ہے۔ ان خود ساختہ پابندیوں کو قبول کرنا شیطان کی پیروی کرنے کے مترادف ہے۔ چلے کھینچنے والوں کا ترک حیوانات وغیرہ بھی اسی ضمن میں آتا ہے۔

☆☆☆

www.drhasanrizvi.org

اثۡنَيۡنِ ؕ قُلۡ ءٰٓالذَّكَرَيۡنِ حَرَّمَ اَمِ الۡاُنۡثَيَيۡنِ اَمَّا
اشۡتَمَلَتۡ عَلَيۡهِ اَرۡحَامُ الۡاُنۡثَيَيۡنِ ؕ نَبِّـُٔوۡنِىۡ بِعِلۡمٍ
اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ۙ﴿١٤٣﴾
وَمِنَ الۡاِبِلِ اثۡنَيۡنِ وَمِنَ الۡبَقَرِ اثۡنَيۡنِ ؕ قُلۡ
ءٰٓالذَّكَرَيۡنِ حَرَّمَ اَمِ الۡاُنۡثَيَيۡنِ اَمَّا اشۡتَمَلَتۡ عَلَيۡهِ اَرۡحَامُ
الۡاُنۡثَيَيۡنِ ؕ اَمۡ كُنۡتُمۡ شُهَدَآءَ اِذۡ وَصّٰٮكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا ۚ
فَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنِ افۡتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ

پُوچھئے کہ کیا خدا نے دونوں قِسم کے نَروں کو حرام کِیا ہے ؟ یا دونوں قِسم کی ماداؤں کو حرام کِیا ہے ؟ یا اُس کو حرام کِیا ہے جو دونوں ماداؤں کے پیٹ میں ہو ؟ تم مجھے کِسی ٹھیک عِلمی ثبُوت کی بُنیاد پر جواب دو[1] اگر تم سچّے ہو (۱۴۳)

اور اِسی طرح دو[2] اُونٹ کی قِسم سے ہیں اور دو[2] گائے کی قِسم سے ہیں۔ پُوچھو اِن کے نَر اللہ نے حرام کِئے ہیں یا مادہ ؟ یا وہ بچّے حرام کِئے ہیں جو اُونٹنی اور گائے کے پیٹ میں ہیں ؟ کیا اُس وقت تم حاضر تھے جب خدا نے تمھیں اُن کے حرام ہونے کا حُکم دِیا تھا ؟[2] پھر بھلا اُس شخص سے بڑا ظالم کون ہو گا جو جھُوٹی باتیں گھڑ گھڑ کر اللہ کی طرف منسُوب کر دے تا کہ بغیر

[1] یعنی گمان و وہم یا آبائی روایات نہ پیش کرو۔ بلکہ علمی اور عقلی دلیل پیش کرو۔ معلوم ہوا کہ سچائی کا ثبوت علمی اور عقلی دلیل ہوتی ہے، رسم و رواج یا وہم و گمان سچائی کا ثبوت نہیں ہوا کرتے۔ محققین نے اِس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ حسن و قبح عقلی ہے۔ یعنی کوئی چیز صرف اِس لئے اچھی نہیں کہ خدا نے اِس کے کرنے کا حکم دیا ہے اور نہ کوئی چیز صرف اِس لئے بری ہے کہ خدا نے اِس سے روکا ہے۔ بلکہ اِس چیز یا اِس کام میں بذات خود اچھائی یا برائی موجود ہے۔ اِسی لئے خدا نے اسے حلال یا حرام کیا ہے اور یہ نتیجہ بھی نکلا کہ خدا کے فیصلے معاذاللہ اندھا دھند نہیں ہوا کرتے بلکہ عقل و حکمت پر مبنی ہوتے ہیں۔

☆☆☆

[2] یہ سوالات اِس لئے کئے جا رہے ہیں کہ خود اُن پر اُن کی غیر معقولیت واضح ہو جائے۔ اِس طرح قرآن نے توہمات، لغویات، غیر معقول مَن گھڑت پابندیوں اور چھوت چھات اور احمقانہ رسومات کی جڑ کاٹ کر رکھ دی۔ غیر معقولیت

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

www.drhasanrizvi.org

کسی عِلم اور ثبُوت کے ہوتے ہوئے وہ لوگوں
کو گمُراہ کرے ۔ بے شک خدا اَیسے ظالموں کی
جماعت کو کبھی سِیدھے راستے کی ہِدایت نہیں
کرتا (یا) بلاشُبہ خدا ظالم جماعت کے لئے منزلِ
مقصُود تک پہنچنے کا سامان نہیں کرتا ﴿۱۴۴﴾ ع
آپؐ اُن سے کہہ دیجئے کہ جو وحی (خدا کا
پیغام) میرے پاس آیا ہے اُس میں تو میں کوئی
بھی چیز اَیسی نہیں پاتا جو کِسی کھانے والے پر
حرام ہو، سِوا اِس کے کہ وہ مُردار ہو، یا بہایا
ہوا خُون ہو، یا سوّر کا گوشت ہو (کیونکہ) وہ
تو یقیناً ایک گندی چیز ہےؔ[۱]، یا غلط ذبیحہ ہو
کہ اُس پر اللہ کے سِوا کِسی اور کا نام لیا گیا
ہو ۔ پھر (اِن ممنُوعہ چیزوں میں سے بھی کِسی چیز

النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿۱۴۴﴾ ع ۱۷
قُلْ لَا أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَىٰ طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ
إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ خِنْزِيرٍ
فَإِنَّهُ رِجْسٌ أَوْ فِسْقًا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ فَمَنِ اضْطُرَّ

(پچھلے صفحہ کا بقیہ)

پسندی کے بجائے معقولیت پسندی کی تائید کی۔ زندگی کو لایعنی، مصنوعی، خود ساختہ پابندیوں سے آزاد کیا۔ اور عملی طور پر واضح کر دیا کہ صرف خدا کا حکم ہی انسانوں پر چل سکتا ہے اور جاہلوں کے بنائے ہوئے قوانین و رسومات کی کوئی حقیقت نہیں۔

☆☆☆

[۱] خدا کا یہ فرمانا کہ "کیوں کہ سور گندی چیز ہے"۔

اس ذرا سے فقرے سے فقہا نے یہ نتیجے نکالے ہیں کہ (۱) حسن و قبح عقلی ہے اور (۲) نجاست ہی کسی چیز کے حرام ہونے کا سبب ہوتی ہے۔ (۳) اب جہاں جہاں نجاست پائی جائے گی وہاں حرمت کا حکم نص قرآنی کے تحت لگا دیا جائے گا۔

اس آیت میں عام حرام چیزوں کا ذکر نہیں ہے کہ اس سے یہ سمجھا جائے کہ باقی تمام چیزیں حلال ہیں۔ یہ آیت صرف اس بات کو رد کر رہی ہے کہ جاہل عرب بعض چیزوں کو از خود اپنے اوپر حلال یا حرام کر لیتے ہیں۔

☆☆☆

www.drhasanrizvi.org

کو) اگر کوئی شخص مجبُوری کی حالت میں (کھا لے) بغیر اِس کے کہ وہ (خدا سے) بغاوت یا نافرمانی کا اِرادہ رکھتا ہو' اور ساتھ وہ ضرُورت کی حد سے آگے بڑھ جانے والا بھی نہ ہو' تو اِس میں کوئی بھی شک نہیں ہے کہ تمھارا پالنے والا مالک بہت ہی معاف کرنے والا اور بے حد رحم کرنے والا ہے (۱۴۵) اور جن لوگوں نے یہودیت کو اِختیار کیا اُن پر ہم نے سارے ناخن والے جانور حرام کردئے تھے۔ اور گائے اور بکری کی چربی بھی حرام کردی تھی' سِوا اُس کے جو اُن کی پِیٹھ یا اُن کی آنتوں سے لگی ہوئی ہو' یا ہڈّی سے چپکی رہ جائے۔ یہ ہم نے اُن کی بغاوت[ل] اور

غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (۱۴۵)
وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ ۚ وَمِنَ الْبَقَرِ
وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا حَمَلَتْ
ظُهُوْرُهُمَآ اَوِ الْحَوَايَآ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ۭ ذٰلِكَ

ل کھانے پینے کی تمام چیزیں جو شریعتِ محمدی میں حلال ہیں بنی اسرائیل کے لئے بھی حلال تھیں۔ البتہ بعض چیزوں کو توراۃ کے نازل ہونے سے پہلے بنی اسرائیل نے خود حرام کرلیا تھا۔ اِس سے معلوم ہوا کہ شریعتِ محمدی اور یہودی فقہ میں حلال حرام کے سلسلے میں فرق کیوں واقع ہوا۔ اِس کی وجہ ایک تو یہ ہے کہ یہودی فقہاء نے بہت سی چیزوں کو خود اپنے جوشِ تقویٰ میں باقاعدہ حرام کردیا۔ اور اُن کی حرمت کو توراۃ میں از خود لکھ بھی دیا۔ قرآن نے چیلنج کیا کہ لاؤ توراۃ میں دکھاؤ کہ یہ چیزیں کہاں حرام ہیں؟ تو یہودی جواب نہ دے سکے۔ اِس سے معلوم ہوا کہ یہ اضافہ بعد میں کیا گیا۔ فرق کا دوسرا سبب یہ بھی ہوا کہ جب یہودیوں نے خدا کی شریعت سے بغاوت کی اور خود حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرنے لگے' اور بہت سی موشگافیاں کرکے یہ سب کچھ کرتے تو خدا نے سزا کے طور پر ان کو اس غلطی میں چھوڑ دیا۔ معلوم ہوا کہ جو لوگ خود گمراہی کے اسباب دانستہ طور پر فراہم کرتے ہیں تو خدا سزا کے طور پر اُن کو اِسی گمراہی میں چھوڑ دیا کرتا ہے۔

☆☆☆

www.drhasanrizvi.org

سرکشی کی سزا دی تھی اور یقیناً ہم بالکل سچے ہیں ﴿۱۴۶﴾ اب بھی اگر وہ تمھیں جھٹلائیں تو اُن سے کہہ دو کہ تمھارا پالنے والا مالک بڑی ہی وسیع رحمت والا ہے[۱]۔ مگر (ساتھ ساتھ) مجرموں سے اُس کے عذاب یا اُس کی سزا کو ہٹایا بھی نہیں جا سکتا ﴿۱۴۷﴾

عنقریب یہ مُشرک لوگ کہیں گے کہ: "اگر خدا چاہتا[۲] تو نہ ہم شرک کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا ہی شرک کرتے۔ اور نہ ہی ہم کسی چیز کو حرام کرتے۔ ایسی ہی باتیں بنا بنا کر اِن سے پہلے کے لوگوں نے بھی حق کو جھٹلایا تھا۔ یہاں تک کہ آخرکار ہماری سزا کا مزہ اُنھوں نے چکھا۔ (معلوم ہوا کہ خود کو مجبور قرار

جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ۖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۱۴۶﴾

فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ ۚ وَلَا

يُرَدُّ بَاْسُهٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۴۷﴾

سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ

اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ ۭ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ

مِنْ قَبْلِهِمْ حَتّٰى ذَاقُوْا بَاْسَنَا ۭ قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ

[۱] خدا کا جھٹلانے والوں سے بھی یہ فرمانا کہ "تمھارا پالنے والا مالک بہت ہی وسیع رحمت والا ہے" بتاتا ہے کہ ان جھٹلانے والوں کے لئے بھی ہمارا رسولؐ رحمت ہے۔ کیوں کہ وہ ان کو بھی خدا کی رحمت سے مایوس نہیں کرتا۔ وہ جب بھی خدا کی طرف متوجہ ہو جائیں گے خدا کو رحم کرنے والا پائیں گے۔ ہاں اگر آخر وقت تک اپنی غلط روش پر ہی ڈٹے رہیں گے تو پھر خدا نے فرمایا۔ "ہاں پھر اس کا عذاب مجرموں کی جماعت سے ہٹایا بھی نہیں جا سکتا"۔

دوسرا مطلب یہ بھی لکھا گیا ہے کہ ——— اس کی رحمت عام ہونے کے باوجود بھی خدا کا عذاب مجرموں سے نہیں ہٹ سکتا۔ (تفسیر بتیان)۔

تیسرا مطلب یہ بھی لکھا گیا کہ ——— اگرچہ اب تک تو مشرکین اسی لئے خدا کے عذاب سے بچ رہے کہ وہ پالنے والا بڑی ہی وسیع رحمت والا ہے، مگر اس بات سے یہ نہ سمجھ لیں کہ وہ اپنے کرتوت کی سزا کبھی بھی نہیں پائیں گے اور اس کے عذاب سے آخرت میں بھی بچ جائیں گے (موضح القرآن) کیوں کہ قانون مکافات خدا کا اٹل قانون ہے۔

☆☆☆

www.drhasanrizvi.org

مِّنۡ عِلۡمٍ فَتُخۡرِجُوۡهُ لَنَا ؕ اِنۡ تَتَّبِعُوۡنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ
اِنۡ اَنۡتُمۡ اِلَّا تَخۡرُصُوۡنَ ﴿۱۴۸﴾
قُلۡ فَلِلّٰهِ الۡحُجَّةُ الۡبَالِغَةُ ۚ فَلَوۡ شَآءَ لَهَدٰٮكُمۡ
اَجۡمَعِيۡنَ ﴿۱۴۹﴾
قُلۡ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ الَّذِيۡنَ يَشۡهَدُوۡنَ اَنَّ اللّٰهَ

دینا حقیقت کو جھٹلانے اور خدا کی سزا کو دعوت دینے کے مترادف ہے[ا]) اُن سے کہو، کیا تمھارے پاس کوئی عِلمی ثبُوت بھی ہے جسے تم ہمارے سامنے پیش کر سکو؟ تم تو صِرف اُلٹے سِیدھے بناوٹی خیالات اور محض قیاس آرائیوں کی پَیروی کرتے ہو اور اَٹکل پچّو باتیں بناتے ہو ﴿۱۴۸﴾ آپؐ کہہ دیجئے کہ (تمھاری اِس بےبُنیاد قیاس آرائیوں کے مقابلہ میں) یہ (قرآن) اللہ کی حقیقت تک پہنچانے والی زبردست دلیل ہے۔ بےشک اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو سِیدھے راستے پر لگا دیتا ﴿۱۴۹﴾

اُن سے کہو کہ: "لاؤ اَپنے وہ گواہ جو اِس بات کی گواہی دیں کہ اللہ ہی نے اِن چیزوں

[ا] اصل غلطی یہ ہوتی ہے کہ لوگ خدا کی "تکوینی مشیت" اور خدا کی "رضا" کا فرق نہیں سمجھتے۔ ان دونوں کے مختلف قانون ہیں۔ دونوں قانون اپنی اپنی جگہ کام کر رہے ہیں۔ خدا کے قانون مشیت یعنی خدا کے ارادہ کے تحت انسان کو آزادیٔ عمل حاصل ہے۔ انسان اپنے ارادہ کا مالکؒ مختار ہے۔ وہ جو چاہے کرے مگر خدا کی رضا کا تقاضا یہ ہے کہ وہ برائی سے بچے اور نیکی کی راہ پر چلے۔ فرائض الٰہیہ کو پورا کرکے ابدی سعادت حاصل کرے۔ لیکن اس بات کو نہ سمجھ کر اکثر لوگ اپنی بد معاشیوں کا جواز یہ پیش کرتے ہیں کہ یہ سب کچھ ہماری قسمت میں ہی لکھا ہوا تھا۔ اگر اللہ چاہتا تو ہم مشرک نہ ہوتے۔ وہ خدا کیوں ہم کو شرک کرنے دیتا؟۔

یزید نے بھی یہی کہا تھا کہ "خدا نے حسینؑ کو قتل کیا"۔ اسی لئے خدا نے آخر میں فرمایا کہ ——— "ایسی ہی باتیں بنا بنا کر ان سے پہلے کے لوگوں نے بھی حق کو جھٹلایا تھا۔ یہاں تک کہ آخر کار ہماری سزا کا مزہ انہوں نے چکھا"۔

کافروں کو بھی یہی خیال تھا کہ خدا کو اگر ہمارے کام پسند نہ ہوتے تو وہ کیوں ہمیں یہ برے کام کرنے دیتا؟۔ خدا نے اس کا جواب دیا

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

www.drhasanrizvi.org

حَرَّمَ هٰذَا ۚ فَإِن شَهِدُوا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ ۚ
وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا
وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَهُم بِرَبِّهِمْ
يَعْدِلُونَ ﴿١٥٠﴾
قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ ۖ أَلَّا تُشْرِكُوا
بِهِ شَيْئًا ۖ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ۖ وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُم

کو حرام کیا ہے۔" پھر بھی وہ اگر (کوئی جھوٹی) گواہی دے دیں تو تم اُن کے ساتھ (ایسی جہالت پر مبنی) گواہی نہ دینا، اور ہرگز اُن لوگوں کی خواہشات اور خیالات کے پیچھے نہ چلنا جنھوں نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا اور جو آخرت کے منکر ہیں، اور جو دوسروں کو اپنے پالنے والے
۱۸ ع ۵ مالک کے برابر سمجھتے ہیں ع ﴿۱۵۰﴾

آپؐ اُن سے کہہ دیجئے کہ آؤ میں تمھیں بتاؤں کہ تمھارے پالنے والے مالک نے تم پر کیا کیا پابندیاں لگائی ہیں:

(۱) یہ کہ تم خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔

(۲) اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔

(پچھلے صفحہ کا بقیہ)

کہ پھر بتاؤ کہ تمہارے باپ دادا کو خدا نے گناہوں پر کیوں سزا دی؟۔ غرض ہر کافر کا صرف وجود ہی انسان کے فاعل مختار ہونے کا منہ بولتا ثبوت ہوتا ہے اگر خدا نے انسان کو عمل کی آزادی اور اختیار نہ دیا ہوتا تو کافر کفر کیسے کر سکتا۔

☆☆☆

www.drhasanrizvi.org

مِنْ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكُمْ

(۳) اور اپنی اولاد کو فقر و فاقہ کے خوف سے قتل نہ کرو۔ (کیونکہ) ہم تم کو بھی روزی دیتے ہیں اور اُن کو بھی (دیں گے)۔

(۴) اور بے شرمی کے جنسی غلط کاموں[1] کے قریب بھی نہ جاؤ۔ چاہے وہ کھلے بندوں کیے جائیں یا چھپ چھپا کر۔

(۵) اور جس انسانی جان کو اللہ نے قابلِ احترام قرار دیا ہے اُسے قتل نہ کرو سوا اِس کے کہ حق کے ساتھ ایسا کیا جائے۔ (یعنی قتل کی سزا میں قاتل کو قتل کیا جائے یا کسی ایسے جرم کے ثابت ہونے پر قتل کیا جائے کہ جس کی سزا خدا نے قتل کرنا مقرّر کی ہو)

یہ وہ باتیں ہیں کہ جن کی ہدایت خدا نے

[1] بے حیائی کے کاموں میں صرف زنا ہی شامل نہیں بلکہ بے حجابی بھی شامل ہے جو زنا کاری کی راہ ہموار کرتی ہے۔ عورتوں کا آزادی سے بج بن کر لوگوں سے ملنا جلنا، برہنگی، سینما تھیٹر، آرٹ گیلری، ڈانس، کلب جن میں یہ بے حیائی کے کام خوب نشو ونما پاتے ہیں، تہذیب جدید کے جاہلی عناصر ہیں اور یہ سب بے حیائی کے کاموں میں یقیناً داخل ہیں۔

☆☆☆

www.drhasanrizvi.org

تمھیں کی ہے۔ شاید کہ تم سمجھ بوُجھ سے کام لو (۱۵۱)

(۶) اور یہ کہ یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ (یعنی ہاتھ نہ لگاؤ)[1] مگر ایسے طریقے سے جو (یتیم کے حق میں) بہترین ہو۔ یہاں تک کہ وہ اپنے بلوُغ کی عُمر کو پہنچے (یعنی صاحبِ عقل و ہوش ہو کر اپنے نفع نقصان کو سمجھنے لگے)

(۷) اور ناپ تول اِنصاف کے ساتھ پوُری کرو۔ ہم کِسی پر ذمّہ داریوں اور پابندیوں کا بوجھ نہیں ڈالتے مگر صرف اِتنا جواُس کی طاقت کے مطابق ہوتا ہے۔[2]

(۸) اور جَب بات کہو تو اِنصاف کی بات کہو، چاہے وہ تمھارے رِشتہ داروں ہی کے بارے میں کیوں نہ ہو۔

وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۵۱﴾
وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى
يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا
نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ

[1] "یتیم کا مال کھانا اکبرُ الکبائر میں سے ہے" حدیث از امام جعفر صادقؑ در اصول کافی۔ اِس کے برعکس یتیم کی کفالت کرنا اِن عظیم نیکیوں میں سے ہے کہ جس کے لئے پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا کہ۔ "یتیم کی کفالت کرنے والا اور میں قیامت کے دن ایک دوسرے سے اتنے قریب ہوں گے کہ جیسے یہ دو انگلیاں ملی ہوئی ہیں۔ اِس کے بعد حضور اکرمؐ نے اپنی دونوں شہادت کی انگلیاں ایک دوسرے سے چپکا کر دکھائیں۔

[2] خدا کے قانون کا ایک مستقل اصول یہ بھی ہے کہ کسی پر اِس کی طاقت سے زیادہ ذمہ داریوں کا بوجھ نہ ڈالا جائے۔ لیکن یہاں اِس کے ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہر شخص کو اپنی حد تک ناپ تول، لین دین اور حقوق کے ادا کرنے میں پورا پورا انصاف کرنا چاہئے۔ اِس طرح سے وہ اپنی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو جائے گا اور اگر کوئی بھول چوک ہوئی ہے تو وہ معاف کردی جائے گی۔

☆☆☆

www.drhasanrizvi.org

كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ
بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۵۲﴾ۙ
وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا
السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ
لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۵۳﴾
ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِيْٓ اَحْسَنَ

(۹) اور اللہ کے عہد کو پُورا کرو۔

یہ وہ باتیں ہیں جس کی ہدایت تمھیں اللہ

نے کی ہے تاکہ شاید اِس طرح تم نصیحت قبُول

کرلو ﴿۱۵۲﴾ بے شک یہی میرا سیدھا راستہ ہے۔

(۱۰) لہٰذا تم اِسی راستے پر چلو اور دُوسرے

راستوں پر نہ چلو، کیونکہ وہ (سَب) راستے تمھیں

خدا کے راستے سے ہٹا کر الگ الگ راستوں پر لے

جائیں گے۔ یہ وہ ہدایت ہے جو تمھارے پالنے

والے مالک نے تمھیں کی ہے۔ تاکہ شاید اِس طرح

تم غلط راستوں پر چلنے کے خطروں سے بچو[۱] ﴿۱۵۳﴾

نیز یہ کہ ہم نے موسیٰؑ کو کِتاب عطا کی تھی،

اُس کے لئے جو نیک کِردار ہو، جو (ہماری) نِعمت

کی تکمیل کا ذریعہ تھی اور اُس میں ہر چیز کی

[۱] حضور اکرمؐ نے فرمایا —— "میں نے خدا سے دعا کی کہ اس آیت کو علیؑ کے بارے میں قرار دے دیں اور خدا نے میری یہ دعا قبول فرما کر اس آیت کو علیؑ کے لئے قرار دے دیا"۔ (از تفسیر صافی صفحہ ۱۴۷)۔

جب امام محمد باقرؑ کے سامنے یہ آیتیں پڑھی گئیں تو آپ نے فرمایا کہ جب یہ آیتیں اتری تھیں تو ان کے ساتھ ستر ہزار فرشتے (احتراماً) اترے تھے۔ (تفسیر صافی و تفسیر عیاشی)۔

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ یہ آیتیں محکم ہیں۔ کسی آیت نے ان کو منسوخ نہیں کیا۔ ان میں خدا نے جن چیزوں کو حرام کیا ہے وہ ہر زمانے میں حرام تھیں۔ یہ آیتیں "ام الکتاب" ہیں جو ان پر عمل کرے گا وہ جنت میں جائے گا اور جو ان کو چھوڑ دے گا وہ جہنم میں جائے گا"۔ (از تفسیر مجمع البیان)۔

☆☆☆

وَتَفۡصِيۡلًا لِّكُلِّ شَىۡءٍ وَّهُدًى وَّرَحۡمَةً لَّعَلَّهُمۡ
بِلِقَآءِ رَبِّهِمۡ يُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱۵۴﴾

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوۡهُ وَاتَّقُوۡا
لَعَلَّكُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ ﴿۱۵۵﴾

اَنۡ تَقُوۡلُوۡۤا اِنَّمَاۤ اُنۡزِلَ الۡكِتٰبُ عَلٰى
طَآئِفَتَيۡنِ مِنۡ قَبۡلِنَا وَاِنۡ كُنَّا عَنۡ دِرَاسَتِهِمۡ

تفصیل تھی اور جو سراسر ہدایت اور رحمت تھی، تاکہ شاید وہ لوگ (بنی اسرائیل) اپنے پالنے والے مالک سے مُلاقات پر اِیمان لے آئیں (یا) اُس کے سامنے حاضر ہونے کے قائل ہو جائیں[1] ﴿۱۵۴﴾ اور اِسی طرح یہ کِتاب (قرآن) ہم نے اُتاری ہے جو بڑی برکتوں اور فائدوں والی ہے۔ اِس کی پَیروی کرو اور اِس طرح اَپنی نجات کے لئے بُرائیوں سے بچنے اور فرائضِ اِلٰہیہ کو اَدا کرنے کا سامان کرو، تاکہ تم پر رحم کیا جائے ﴿۱۵۵﴾ اَب تم یہ نہ کہنا کہ ہم سے پہلے دو[2] اُمّتوں کو تو کِتاب دی گئی تھی اور ہم کو تو کچھ خبر ہی نہیں کہ اُن کو کیا کیا تعلیمات سِکھائی گئی تھیں (یا) وہ جو کچھ پڑھا کرتے تھے، ہم تو اُس سے بالکل

ع ۱۹/۲

[1] بنی اسرائیل کے تمام امراض کا اصل سبب یہ تھا کہ وہ آخرت کو برائے نام صرف زبانی طور پر مانتے تھے مگر دل سے انکاری تھے۔ یہی حال آج عیسائیت کا ہے کہ وہ خدا کی ذات وصفات پر تو بڑی اعلیٰ اور مفصل بحث کرتے ہیں مگر نجات کے لئے طفل تسلیاں بھی دیتے ہیں کہ بس عیسیٰؑ کی قربانی کو صرف مان لینے ہی سے نجات ہو جائے گی۔ اسی طرح وہ خدا کے عدل کو یکسر بھلا دیتے ہیں۔

☆☆☆

www.drhasanrizvi.org

بے خبر ہیں (۱۵۶) مگر اَب تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اگر ہم پر کِتاب اُتاری جاتی تو ہم تو اُن سے بھی کہیں زیادہ سِیدھے راستے پر ہوتے۔ تو لو اَب تمھارے پاس تمھارے پالنے والے مالک کی طرف سے ایک رَوشن دلیل جو سراسر ہدایت اور رحمت ہے آگئی۔ اَب بھلا اُس سے بڑھ کر ظالم کون ہو گا جو اللہ کی آیتوں[1] کو جُھٹلائے اور اُن سے مُنہ موڑ لے۔ جو لوگ ہماری آیتوں سے مُنہ موڑ لیتے ہیں ہم بھی اُنھیں اُن کے اِس مُنہ موڑ لینے کے بدلہ میں بہت ہی بُری سزا دے کر رہیں گے (۱۵۷) تو کیا وہ لوگ اِس بات کے اِنتظار میں ہیں کہ اُن کے سامنے فرِشتے آکر کھڑے ہو جائیں یا تمھارا پالنے والا مالک خود

لَغٰفِلِيْنَ ﴿۱۵۶﴾
اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّاۤ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّاۤ اَهْدٰى
مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّ
رَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ
عَنْهَا ؕ سَنَجْزِى الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا سُوْٓءَ
الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ ﴿۱۵۷﴾
هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِىَ

[1] خدا کی نشانیوں سے مراد خدا کے ارشادات، احکامات، بیانات، امثال بھی ہیں اور حضور اکرمؐ کی شخصیت اور پاکیزہ زندگی بھی ہے اور وہ آثارِ کائنات یعنی کائنات کی ہر ہر چیز بھی خدا کی نشانی ہے کیوں کہ اِس میں خدا کی حکمت، خدا کا جلال و جمال، خدا کی عظمت و کمال کے بے شمار نشانات دکھائی دیتے ہیں۔ بقول میر انیسؔ۔

ہر رنگ میں جلوہ ہے تیری قدرت کا
جس پھول کو سونگھتا ہوں بو تیری ہے

حضرت اِمام حسن عسکریؑ نے فرمایا۔
جس شخص کو خدا نے اپنی حجت (اپنا نمائندہ) بنایا ہو اِس سے بڑی خدا کی نشانی کون سی ہو سکتی ہے؟" معلوم ہوا کہ انبیاءؑ، ائمہؑ اور اولیاء خدا کی عظیم نشانیاں ہیں کیوں کہ اِن کے قول و عمل کو دیکھ کر خدا یاد آجاتا ہے۔ بقول غالبؔ ۔

غالبؔ ندیمِ دوست سے آتی ہے بوئے دوست
مشغولِ حق ہوں، بندگیِ بوترابؑ میں

☆☆☆

www.drhasanrizvi.org

اُن کے سامنے آجائے یا تمھارے مالک کی خاص نشانیاںؑ اُن کے سامنے آکھڑی ہوں۔ تو جس دِن تمھارے مالک کی وہ خاص نشانیاں آجائیں گی، تو پھر کِسی اَیسے شخص کو اِیمان لانا کچھ بھی فائدہ نہ دے گا جو پہلے اِیمان نہ لایا ہوگا (یا) جِس نے اَپنے ایمان کے ہوتے ہوئے اچھّے کام نہ کمائے ہوں گے۔ تو آپؐ اُن سے کہہ دیجئے کہ اچّھا۔ اَب تم بھی اِنتظار کرو، اور یقیناً ہم بھی اِنتظار کرتے ہیں (۱۵۸)

اِس میں تو کوئی شک ہی نہیں کہ جن لوگوں نے اَپنے دین کو ٹُکڑے ٹُکڑے کر دیا اور بہت سے گروہوں میں بٹ بَٹا گئے تو اُن سے آپؐ کا کوئی تعلّقُ نہیں۔ اُن کا معاملہ تو بس اللہ ہی

رَبُّكَ أَوْ يَأْتِيَ بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ ۗ يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا ۗ قُلِ انْتَظِرُوا إِنَّا مُنْتَظِرُونَ ﴿۱۵۸﴾

إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ ۚ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا

ؑ حضرت علیؑ نے فرمایا ——— "یہاں خدا کی نشانی سے مراد وہ عذاب ہے جو دنیا میں نازل ہوتا ہے۔ جیسا کہ پہلی امتوں پر نازل ہوا۔ اور آیت "منتظرو" سے مراد امام مہدیؑ ہیں۔ جس دن ان کا ظہور ہو جائے گا اس دن ایمان لانا مفید نہ ہوگا"۔ (از تفسیر صافی صفحہ ۱۶۷)۔

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ "رب کی خاص نشانیوں" سے مراد سورج کا مغرب سے نکلنا، دجال کا خروج، دھویں کا پیدا ہونا، جب یہ نشانیاں ظاہر ہو جائیں گی تو ایمان لانا کوئی فائدہ نہ دے گا۔ (از تفسیر قمی و تفسیر عیاشی)۔

غرض اس آیت کا آسان مطلب یہ بھی ہے کہ منکرین حق تو بس اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ فرشتے ان کی روح قبض کرنے آجائیں یا عذاب نازل ہو جائے یا قیامت آجائے۔

☆☆☆

www.drhasanrizvi.org

کے حوالے ہے۔ اَب وہی اُن کو بتلائے گا کہ وہ (دُنیا میں) کیا کچھ کِیا کرتے تھے (۱۵۹) جو بھی (وہاں) نیک کام لے کر آئے گا تو اُسے (وہاں) دس گُنا اَجر ملے گا[۱]۔ اور جو بُرائی لے کر آئے گا تو اُسے بس اُتنی ہی سَزا ملے گی (جِتنا اُس نے قصُور کیا ہوگا) اور اُن پر کوئی ظلم نہیں ہوگا (۱۶۰)

آپؐ کہیئے کہ یقیناً میرے پالنے والے مالک نے مجھے سِیدھا راستہ دِکھا دیا ہے' اُس صحیح دین کی طرف جس میں کوئی ٹیڑھ نہیں ہے' جو خالِص اور مُخلص اِبراہیمؑ کا طریقہ ہے' جسے پُوری طرح ایک طرف ہو کر اُنھوں نے اِختیار کیا تھا اور وہ شِرک کرنے والوں میں سے نہ تھے (۱۶۱) آپؐ کہیئے کہ میری نماز' اور میری سب رسمی عبادتیں' (حتّٰی کہ) میرا

كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۱۵۹﴾
مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ
بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۰﴾
قُلْ اِنَّنِىْ هَدٰىنِىْ رَبِّىْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۚ دِيْنًا
قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۶۱﴾

[۱] ہر نیکی کا دس گنا اجر کا مطلب یہ ہے کہ گویا نیکی کرنے والے نے وہ نیکی دس مرتبہ کی۔ بھلائی کا بدلہ کام سے زیادہ دینا خدا کا فضل و کرم ہے یا احسان ہے۔ یہ خلاف عدل نہیں۔ لیکن برائی کی سزا قصور سے زیادہ دینا خلاف عدل ہے۔ جو خدا کی شان کے خلاف ہے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا کہ "ہم اہل بیتؑ کی محبت نیکی ہے اور ہماری دشمنی بدی ہے۔ جو شخص ہم سے دشمنی رکھے گا' خدا اس کو منہ کے بل جہنم میں جھونک دے گا"۔ (تفسیر نور الثقلین)۔

عرفاء نے لکھا ہے کہ جب ہر نیکی کا بدلہ کم سے کم دس گنا ملتا ہے تو محبت الٰہی اور خدا سے ملاقات کے شوق سے بڑھ کر تو کوئی نیکی ہو ہی نہیں سکتی۔ اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ جو لوگ خدا سے ملنے کے شوقین ہیں' خدا بھی ان سے ملنے کا ان سے کم سے کم دس گنا زیادہ مشتاق ہوگا۔

☆☆☆

www.drhasanrizvi.org

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْيَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ
رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶۲﴾
لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ
الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۶۳﴾
قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ وَلَا
تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ

جینا مرنا، سب کا سب عالمین کے پالنے والے
مالک کے لئے ہے[1] (۱۶۲) جس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی
بات کا مجھے حکم دیا گیا ہے۔ اور میں (خدا کے
لئے) سرِ اطاعت جھکانے والوں میں سب سے پہلا
ہوں[2] (۱۶۳) کہیئے کہ کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور
مالک تلاش کروں؟ حالانکہ وہی تو ہر چیز کا
مالک، پالنے والا اور پروان چڑھانے والا ہے۔
کوئی شخص بھی برائی نہیں کرتا مگر یہ کہ وہ خود
اپنا ہی نقصان کرتا ہے، اور کوئی شخص دوسرے
شخص کے گناہ کا ذمہ دار نہیں[3]۔ (یا) کوئی بوجھ
اٹھانے والا دوسرے کے گناہوں کا بوجھ نہیں اٹھاتا۔
پھر تم سب کو اپنے پالنے والے مالک کی طرف
پلٹنا ہے۔ اُس وقت وہ تمھیں وہ سب باتیں

[1] امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ ہر نبی کا اسلام اس کی امت سے مقدم ہوتا ہے اور کیوں کہ حضور اکرمؐ عالم نور میں سب سے پہلے میثاق کے موقع پر جواب دینے والے تھے اس لئے حضور اکرمؐ کا اسلام ساری مخلوقات سے مقدم ہے۔ (تفسیر صافی صفحہ ۱۶۸)۔

حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ "حضرت ابراہیمؑ کا دین میرا دین ہے اور میرا دین ان کا دین ہے۔ ان کی سنت میری سنت ہے اور میری سنت ان کی سنت ہے اور میری بزرگی خود ان کی بزرگی ہے"(از تفسیر عیاشی)۔ ☆☆☆

[2] ہمارے رسولؐ خدا کی سب سے پہلی مخلوق ہیں۔ کیوں کہ حضورؐ نے فرمایا "خدا نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا کیا"۔ دوسرے معنی ہیں کہ "میں اول درجے کا سر اطاعت جھکانے والا ہوں"۔

☆☆☆

[3] خدا کو چھوڑ کر کسی دوسرے کی عبادت کرنا فطرت کائنات کے خلاف ہے کیوں کہ تمام کائنات صرف ایک خدا کی اطاعت کر رہی ہے۔ پھر یہ کہنا کہ "ہمارے باپ دادا ایسا ہی کرتے تھے" تو اس کا جواب یہ دیا کہ ہر شخص اپنے کئے کا خود ذمہ دار ہے۔ ☆☆☆

www.drhasanrizvi.org

أُخْرٰى ۚ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۶۴﴾

وَهُوَ الَّذِىْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِىْ مَآ

بتا دے گا جن میں تم آپس میں اِختلاف کیا کرتے تھے ﴿۱۶۴﴾

وہی (خدا) تو ہے جس نے تمھیں زمین پر گزرے ہوئے لوگوں کی جگہ لینے والا (خلیفہ[۱]) بنایا اور تم ہی میں سے کچھ کو دُوسروں کے مُقابلے پر درجوں میں بلندی عطا کی تاکہ جو کچھ اُس نے تمھیں دِیا ہے اُس میں تمھارا اِمتحان لے (اِس طرح کہ وہ یہ دیکھے کہ تم بلند درجے پا کر تکبّر تو نہیں کرتے اور کم درجے والوں کے حقوق اَدا کرتے ہو یا نہیں ؟ بلند درجوں پر خدا کا شُکر اور کم درجوں پر صبر کرنا اور جائز کوششوں کے ذریعہ آگے بڑھنا اِس اِمتحان کی کامیابی ہو گا) بے شک تمھارا پالنے والا مالک سزا دینے میں بھی بہت تیز ہے اور

[۱] تفسیر اہل بیتؑ کے مطابق تمام انسان اللہ کے حقیقی خلیفہ یا نائب نہیں بلکہ خدا کے حقیقی نائب صرف خاص افراد ہوتے ہیں جن کو خود خدا ان کی عصمت اور کمال علم کی بناء پر مقرر فرماتا ہے۔

☆☆☆

www.drhasanrizvi.org

اَنۡتُكُمۡ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيۡعُ الۡعِقَابِ ۖۚ وَاِنَّهٗ لَغَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿١٦٥﴾

یقیناً وہ بہت ہی معاف کر دینے والا اور بے حد مُسلسل رحم کرنے والا بھی ہے ﴿۱۶۵﴾ ع

اٰيَاتُهَا (٢٠٦) سُوۡرَةُ الۡاَعۡرَافِ (٧) مَكِّيَّةٌ رُكُوۡعَاتُهَا (٢٤)

آیات ۲۰۶ سورۂ اعراف مکی رکوعات ۲۴

(بلندیوں والا سورہ)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

(شروع کرتا ہوں) اللہ کی مدد مانگتے ہوئے جو بے اِنتہا فیض پہنچانے والا اور بے حد مُسلسل رحم کرنے والا ہے ○

الٓمّٓصٓ ﴿١﴾

الف ۔ لام ۔ میم ۔ صاد ۔[1] (یعنی اللہ افضل اور اعلم یعنی سَب سے زیادہ جاننے والا ہے۔ بقول ابن عباسؓ از تفسیرِ کبیر) ①

كِتٰبٌ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ فَلَا يَكُنۡ فِىۡ صَدۡرِكَ حَرَجٌ مِّنۡهُ لِتُنۡذِرَ بِهٖ وَذِكۡرٰى لِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿٢﴾

یہ وہ کتاب ہے کہ جو آپؐ پر اُتاری گئی ہے۔ آپؐ کو اُس کی طرف سے دِل تنگی یا گھبراہٹ نہ ہونا چاہیئے[2] اور یہ تو نصیحت اور یاد دہانی ہے اِیمان لانے والوں

---

[1] حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا "الف کا عدد ایک ہے۔ لام کے تیس (۳۰) اور میم کے چالیس (۴۰) اور صاد کے نوے (۹۰)۔ سب ملا کر ایک سو اکسٹھ (۱۶۱) ہوئے۔ سن ۱۶۱ ہجری ہی میں بنی امیہ کی سلطنت ختم ہو جائے گی"۔ اور ایسا ہی ہوا۔ (تفسیر صافی صفحہ ۱۶۸ و تفسیر عیاشی)۔

☆☆☆

[2] مطلب یہ ہے کہ یہ کتاب اللہ کی طرف سے آپؐ پر اتاری گئی ہے تو آپؐ کو تو اس کتاب کی تبلیغ کرنا ہے۔ اب لوگ کتنا ہی آپؐ کو اپنے حملوں کا نشانہ بنائیں، مگر آپؐ کو دل تنگ نہیں ہونا چاہیئے۔ کیوں کہ یہ کتاب کوئی اس لئے تھوڑی اتاری گئی کہ آپؐ اسے خاموشی سے اپنے پاس رکھے رہیں۔ بلکہ وہ تو اتاری ہی اس لئے گئی ہے کہ آپؐ اس کے ذریعہ لوگوں کو خدا کے عذاب سے ڈرائیں۔ تاکہ ایمان لانے والوں کو حقیقتوں کی یاد دہانی ہوتی رہے۔ لہٰذا یہ کام آپؐ کو بہر حال انجام دینا ہے۔ (ملخص از تفسیر مولانا علی نقی)۔

☆☆☆

www.drhasanrizvi.org

اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ
دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ③
وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْ
هُمْ قَآئِلُوْنَ ④
فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَآ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا
اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ⑤

کے لئے ② تو پیروی کرو اُس کی جو کچھ کہ تم پر تمھارے پالنے والے مالک کی طرف سے اُتارا گیا ہے[1]۔ اور اللہ کو چھوڑ کر دُوسرے آقاؤں کے پیچھے مت چلو ۔ تم لوگ بہت ہی کم نصیحت قبُول کرتے ہو ③ اور کِتنی ہی اَیسی آبادیاں اور بَستیاں ہیں کہ ہم نے اُنھیں تباہ و برباد کر دیا اور اُن پر ہمارا عذاب یا تو راتوں رات آیا یا جب وہ دوپہر کے وقت آرام کر رہے تھے ④ اور جَب ہمارا عذاب اُن پر آیا تو وہ کچھ بول بھی نہ سکے ، سِوا اِس کے کہ وہ یہ کہہ رہے تھے کہ: ” واقعی ہم لوگ (بڑے) گُناہگار اور ظالم تھے[2]“ ⑤ تو ہم اُن لوگوں سے بھی ضرور پُوچھیں گے جن کے پاس خدا کے پیغام لے جانے والے بھیجے گئے تھے

[1] محققین نے اس آیت میں قرآن کے ساتھ سنت کو بھی شامل کیا ہے کیوں کہ وہ بھی وحیِ خفی کی ایک صورت ہے۔ حضورؐ کا ہر قول اور ہر فعل خدا کے اشارے ہی پر انجام پاتا ہے۔

☆☆☆

[2] یہ اعتراف اگر عذاب کو دیکھنے سے پہلے ہوتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ اصلاح کی نیت بھی ہوتی ہے تو اس کے معنی توبہ کے ہوتے ہیں۔ لیکن عذاب دیکھنے کے بعد جب یہ اعتراف کیا جاتا ہے تو اس کے معنی خود اپنے خلاف گواہی دینے کے ہوتے ہیں۔ یہ اعتراف اس لئے ہوتا ہے کہ ثابت ہو جائے کہ ہم خدا کے عذاب کے واقعی مستحق تھے۔ یزید نے بھی اسی قسم کا اعتراف کیا تھا کیوں کہ یزید نے اپنے گناہ کا اعتراف اس وقت کیا تھا جب شہر دمشق میں اس کے خلاف شورش برپا ہو چکی تھی۔

☆☆☆

www.drhasanrizvi.org

فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ۝۶
فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ ۝۷
وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ ‍ِۨالْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ
فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۸
وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا
اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ ۝۹

اور اُن پیغام لے جانے والوں سے بھی ضرور پُوچھیں گے[1] ۝۶ پھر ہم اُن سب کے سامنے اپنے عِلم، واقفیت اور دلیل کی بُنیاد پر سب کی سب حقیقت اور واقعات بیان کر دیں گے۔ (کیونکہ) ہم کہیں غیر حاضر تو تھے ہی نہیں[2] ۝۷ اور اُس دِن (اعمال کا) تولا جانا تو بالکل حق ہے[3]۔ تو جس شخص کے نیک کاموں کے پلّے بھاری ہوں گے تو وہی لوگ پُورے پُورے کامیاب ہوں گے ۝۸ اور جِن کے اچھّے کاموں کے پلّے ہلکے ہوں گے، تو یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے خود اَپنے کو سخت نقصان پہنچایا۔ اِس لئے کہ وہ لوگ ہماری باتوں اور نِشانیوں کے ساتھ بے اِنصافی کِیا کرتے تھے ۝۹ (حالانکہ) ہم نے تو تمھیں زمین

[1] خدا کا یہ فرمانا کہ "ہم پوچھیں گے" اس لئے ہوگا کہ مجرموں کو یہ معلوم ہو جائے کہ ان کو کس جرم کی سزا مل رہی ہے۔ اس لئے نہیں ہوگا کہ خدا کو ان کے کرتوت معلوم نہ تھے۔

☆☆☆

[2] اس آیت نے ان احمق فلسفیوں کے فلسفہ کو بالکل رد کر دیا کہ جو یہ کہتے ہیں کہ خدا کو جزئیات کا علم نہیں، صرف کلیات کا علم ہے۔

☆☆☆

[3] قیامت کا دن کشف حقائق یعنی حقیقتوں کے آشکار ہونے کا دن ہوگا۔ ہر مجاز عین حقیقت بن جائے گا۔ دنیا میں تو صرف مادی اور جسمانی چیزوں میں وزن ہوتا ہے لیکن عالمِ آخرت میں مجردات بھی محسوس لباس میں ظاہر ہوں گے، ان کی اپنی شکل و صورت اور وزن ہوگا۔

عمل کے تولے جانے سے مراد یہ ہے کہ وہ عمل کتنا اچھا ہے یا کتنا برا ہے۔ کتنا مکمل ہے یا کتنا ناقص ہے۔ اور خدا کا یہ فرمانا کہ "اس دن تولا جانا تو بالکل حق ہے" کا مطلب یہ ہے کہ اعمال کی جانچ پڑتال کا ہونا سچ ہے، یہ ضرور ہوگی اور یہ بھی کہ یہ جانچ پڑتال بالکل ٹھیک ہوگی۔ عدل و انصاف کے ساتھ ہوگی۔ (تفسیر جلالین)۔

☆☆☆

www.drhasanrizvi.org

میں با اختیار بنا کر آباد کیا اور ہم ہی نے تمہارے لئے زندگی کے تمام سازو سامان بنائے ۔ (پھر بھی) تم لوگ بہت ہی کم شکر ادا کرتے ہو ۱۰ ع

اور ہم نے تمھیں پیدا کیا، پھر تمھاری شکل و صورت بنائی ۔ پھر ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدمؑ کے سامنے (احتراماً) جھکو ۔ تو سب کے سب جھکے سوا ابلیس کے، کہ وہ جھکنے والوں میں شامل نہ ہوا ۱۱ پوچھا کہ آخر تجھے کس چیز نے جھکنے سے روکا، جب کہ میں نے تجھے اس کا حکم دیا تھا؟ بولا : میں اس سے بہتر ہوں ۔ تو نے مجھے تو آگ سے پیدا کیا ہے اور اسے مٹی سے پیدا کیا ہے[1] ۱۲ فرمایا کہ اب تو یہاں سے نیچے اتر جا، کیونکہ اس جگہ رہ کر تجھے زیب نہیں دیتا کہ تو اپنی بڑائی

ع ۱ / ۸

وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا
مَعَايِشَ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۱۰ ع

وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا
لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۱۱
قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ قَالَ
اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ
مِنْ طِيْنٍ ۱۲
قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا

[1] ابلیس کو اپنی عقل و ذہانت پر بڑا ناز ہے مگر اس کی دلیل خالص مغالطہ ہے۔ اول تو یہ دعویٰ ہی بنیادی طور پر غلط ہے کہ آگ خاک سے افضل ہے کیوں کہ خلافت کی اصل امانت ہے۔ مٹی امین ہوتی ہے کہ ہر دانے کے عیوض کئی کئی دانے پیدا کر سکتی ہے۔ جب کہ آگ تو ہر چیز کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ آگ اور مٹی میں الگ الگ خصوصیات ہیں کوئی ایک اعتبار سے افضل ہے تو کوئی دوسرے اعتبار سے۔

نیز معلوم ہوا کہ ہر وہ شخص جو اپنی رائے کو شریعت اور خدا کے حکم پر ترجیح دے شیطان ہے اور یہ نتیجہ بھی نکالا گیا ہے کہ انسان کی اصل ذلت خدا کی نافرمانی ہے۔

شیطان کا خدا کی بارگاہ سے نکالا جانا بتاتا ہے کہ تکبر وصول حق سے مانع ہے۔

☆☆☆

www.drhasanrizvi.org

فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ﴿۱۳﴾
قَالَ اَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴﴾
قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۱۵﴾
قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ
الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۱۶﴾
ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ
وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ؕ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ
شٰكِرِيْنَ ﴿۱۷﴾

جَتائے یا تکبّر کرے۔ بس تُو نِکل۔ یقیناً تو ذلیل
ہونے والوں میں سے ہے ﴿۱۳﴾ اُس نے کہا۔ مجھے
اُس دن تک کی مُہلت دے دے کہ جب سَب
دوبارہ زندہ ہوں گے ﴿۱۴﴾ فرمایا دفع ہو، تجھے
مُہلت دی گئی ﴿۱۵﴾ بولا: اچھا تو جس طرح تو نے
مجھے گمراہ قرار دیا[1] (یا) نا اُمید کردِیا، تو میں بھی
اَب تیرے ہی سِیدھے راستے[2] پر بیٹھ جاؤں گا ﴿۱۶﴾
پھر میں اُن (آدمؑ کی اَولاد) کی طرف اُن کے
سامنے سے، اور اُن کے پیچھے سے، اور اُن کے
دائیں اور بائیں جانب سے آؤں گا[3]۔ اُن کو ہر ہر
طرف سے گھیروں گا۔ پھر تُو اُن میں سے زیادہ تر
لوگوں کو شُکر گزار نہ پائے گا ﴿۱۷﴾ فرمایا۔ تو یہاں
سے نِکل جا، ذلیل، قابلِ نفرت اور ٹھکرایا ہوا

---

[1] شیطان کا یہ کہنا کہ "جیسا کہ تو نے مجھے گمراہ قرار دیا ہے" سے معلوم ہوا کہ یہ شیطانی عقیدہ ہے کہ خدا گمراہ کرتا ہے۔ خدا کسی کو خود گمراہ نہیں کرتا بلکہ انسان یا جن خدا کی رہنمائی اور احکامات کا انکار کر کے خود گمراہ بن جاتا ہے جیسا کہ شیطان نے کیا تھا پھر جب انسان یا جن خدا کی بات کا مسلسل انکار کرتا رہتا ہے تو خدا بھی اسے اس کی حالت پر چھوڑ دیتا ہے۔

[2] حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ "صراط" یعنی راستے سے مراد حضرت علیؑ ہیں۔ (از تفسیر عیاشی)۔ نیز امامؑ نے زرارہ سے فرمایا۔ "ابلیس کو صرف تمہاری اور تمہارے دوستوں کی فکر ہے۔ رہے دوسرے لوگ تو وہ ان سے پہلے ہی فارغ ہو چکا ہے"۔ (کافی)۔

[3] حضرت ابن عباس نے کہا کہ "شیطان کا یہ کہنا کہ "میں سامنے سے آؤں گا اور دائیں بائیں سے" مگر اس نے اوپر کی سمت نہ کہی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اوپر کی سمت شیطان کی دسترس سے باہر ہے تاکہ خدا کی رحمت و ہدایت کا سلسلہ کھلا رہے"۔ (تفسیر مجمع البیان)۔

www.drhasanrizvi.org

قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۭ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۱۸
وَيٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۱۹
فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ

مرْدُود[1] ہو کر۔ اور خُوب سمجھ لے کہ اُن میں سے جو لوگ بھی تیری پَیروی کریں گے، تو میں تم سَب کے سَب سے جہنّم کو بھر دُوں گا ۱۸ اور اَے آدمؑ! تم اور تمھاری بیوی، دونوں اِسی جنّت میں رہو۔ تم دونوں کا جہاں سے بھی دل چاہے کھاؤ۔ مگر ہاں، اِس درخت کے پاس نہ جانا، ورنہ تم دونوں ظالموں یا بے جا کام کرنے والوں میں سے ہو جاؤ گے ۱۹

پھر شیطان نے اُن (کے دل) میں وَسوسہ ڈال کر اُنھیں بھکایا تاکہ اُن کے سامنے اُن کے جسم کے اُن چھُپائے جانے کے قابل حِصّوں کو اُن کے سامنے ظاہر کر دے[2]، جو خود اُن سے (اَب تک) چھُپے ہوئے تھے۔ اُس نے اُن سے کہا۔ تمھارے

[1] معلوم ہوا کہ صرف خدا سے ہم کلامی خدا کی بارگاہ میں مقبولیت کی دلیل نہیں۔ یہ ہم کلامی تو شیطان کو بھی حاصل تھی۔ حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ خدا نے ابلیس کو نکل جانے کا حکم دیا تو شیطان نے کہا کہ اے خدا تو عادل ہے۔ کیا میرے عمل کا سب ثواب باطل ہو جائے گا؟ خدا نے فرمایا نہیں، تو دنیا میں جو اجر چاہے لے لے۔ تو اس نے قیامت تک کی زندگی اور لوگوں پر تسلط طلب کیا۔ (تفسیر صافی صفحہ ۱۷۰)۔

☆☆☆

[2] اس آیت سے معلوم ہوا کہ آدمؑ و حوا کے جسم اس وقت تک لباسِ نور سے ڈھکے ہوئے تھے اور ان کے جسم کے چھپائے جانے والے حصے خود ان کی نظروں سے پوشیدہ تھے۔ اس آیت نے بائبل کے اس بیان کی تردید کر دی کہ "اور دونوں آدم اور اس کی بیوی ننگے تھے اور شرماتے نہ تھے" (پیدائش ۲ : ۲۵)۔

فقہا نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ چھپائے جانے والے اعضاء کو ظاہر کرنا اہم ممنوعات میں سے ہے۔ (مستدرک، قرطبی)۔

☆☆☆

www.drhasanrizvi.org

پالنے والے مالک نے جو تمھیں اِس درخت سے روکا ہے، اُس کی وجہ اِس کے سِوا اور کچھ نہیں کہ کہیں تم دونوں فرشتے نہ بَن جاؤ، یا ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہنے والوں میں سے نہ ہوجاؤ (٢٠) پھر اُن دونوں کے سامنے قَسَم[1] بھی کھائی کہ میں تو تمھاری ہی بھلائی چاہنے والوں میں سے ہوں (٢١) (اِس طرح) اُن دونوں کو اُس نے دھوکے[2] میں ڈال دِیا۔ تو جب اُنھوں نے اُس درخت میں سے چکھّا، تو اُن کے جسم کے چھپے ہوئے حِصّے ظاہر ہوگئے۔ اور وہ اَپنے اُوپر جنّت کے پتّوں کو جوڑ جوڑ کر پَردہ کرنے لگے[3]۔ تَب اُن کے پالنے والے مالک نے اُنھیں پُکارا۔ کیا میں نے تم دونوں کو اُس درخت سے روکا

عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ
هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ
الْخٰلِدِيْنَ ﴿٢٠﴾
وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿٢١﴾
فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا
سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ
الْجَنَّةِ وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا

[1] "آدمؑ اور حواؑ کے دھوکہ کھانے کا اصل سبب یہ بھی ہوا کہ ان لوگوں نے کبھی یہ تصور بھی نہ کیا تھا کہ کوئی جھوٹی قسم بھی کھا سکتا ہے۔ اسی لئے انھوں نے شیطان کی بات پر یقین کرلیا۔" (قولِ اِمام رضاؑ)

☆☆☆

[2] "دھوکے" کے لفظ نے صاف بتا دیا کہ حضرت آدمؑ سے جو ہوا دھوکے کے نتیجے میں ہوا، نافرمانی کے قصد سے نہ ہوا۔

☆☆☆

[3] محققین نے نتیجہ نکالا ہے کہ انسان کے اندر شرم و حیا کا جذبہ ایک فطری اور حقیقی جذبہ ہے۔ اِس کا اظہار خاص طور پر چھپائے جانے والے اعضاء کے کھلنے پر انسان کو محسوس ہوتا ہے۔ یہ جذبہ مصنوعی نہیں اور نہ تہذیب کے ارتقاء سے پیدا ہوا ہے۔ نہ یہ اکتسابی ہے بلکہ یہ روز اول سے انسان کے اندر موجود ہے۔ شیطان اسی جذبۂ شرم وحیا پر ضرب مارتا ہے اور جنسی بے راہ روی پیدا کرتا ہے۔ آج بھی شیطان کے شاگرد اِسی بے راہ روی کو ترقی بتاتے ہیں۔

☆☆☆

www.drhasanrizvi.org

نہ تھا اور یہ نہیں بتایا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا ہوا دُشمن ہے؟ (۲۲) دونوں نے جواب دیا: اَے ہمارے پالنے والے مالک! ہم نے تو خود اَپنے ہی اُوپر ظلم کیا۔ اَب اگر تُو نے ہم کو معاف نہ کیا اور ہم پر رحم نہ کیا، تو یقیناً ہم تو سخت نقصان اُٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے[لے] (۲۳) اِرشاد ہوا اُتر جاؤ۔ اَب تم (دونوں۔ اولادِ آدمؑ اور شیطان) ایک دُوسرے کے دُشمن رہوگے اور اَب تمھیں ایک خاص مُدّت تک زمین پر ہی ٹھہرنا ہوگا. اور (وہیں تمھارے لئے) سامانِ زندگی موجود ہوگا (۲۴) نیز فرمایا: اب اِسی زمین میں تم زندہ رہوگے اور اِسی میں مَروگے اور پھر اِسی سے (دوبارہ) نِکالے بھی جاؤگے (۲۵)ع

الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۲۲﴾
قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ٚ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۳﴾
قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۲۴﴾
قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ﴿۲۵﴾ع

لے اہل سنت کے مفسرین نے اس آیت سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ "قصۂ آدمؑ" سے معلوم ہوا کہ عصمت کے ساتھ بھی تصرف شیطانی اس حد تک ہو سکتا ہے کہ جو گناہ کی حد تک نہ پہنچے۔ اس لئے آدمؑ کے ساتھ جو ہوا وہ لغوی طور پر تو معصیت تھا مگر اصطلاح شرعی میں معصیت نہ تھا۔ شیعہ فقہا اس کو ترک اولیٰ کہتے ہیں کیوں کہ یہ دھوکہ تھا۔

یہ سوال کہ جس جنت میں آدمؑ و حواؑ کو رکھا گیا تھا وہی جنت تھی جس کا ذکر قرآن میں ہے یا وہ کسی سیارے میں تھی یا زمین کے کسی پہاڑ پر تھی؟ اس کے جواب میں مفسر ابن کثیر نے لکھا کہ "جب قرآن و حدیث ہی اس کی تفصیل نہیں بتاتے تو معلوم ہوا کہ خدا کے نزدیک اس کا جاننا نہ دنیا کی ضرورت ہے نہ آخرت کی"۔

☆☆☆

۲ ع ۵ ۹

www.drhasanrizvi.org

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ
وَرِيْشًا ۭ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ۭ ذٰلِكَ مِنْ
اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۲۶﴾
يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ
مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا

اَے آدمؑ کی اَولاد! ہم نے تم پر یہ لِباس اِس لئے اُتارا ہے تاکہ وہ تمھارے جِسم کے قابلِ شرم چُھپائے جانے والے حِصّوں کو چھپالے اور تمھارے جسم کی حِفاظت کرے اور اُسے خُوب صُورت بھی بنائے۔[1] مگر بہترین لِباس تو "تقویٰ" یعنی خود کو بُرائیوں سے بچاکر اَپنے اصل وجود کو خُوب صُورت بنانا ہے۔ یہی سَب سے اچّھا کام ہے۔ یہ سَب کچھ اللہ کی نِشانیوں میں سے ہے۔ تاکہ شاید وہ اِس طرح سبق سیکھیں ﴿۲۶﴾

اَے اولادِ آدمؑ! کہیں اَیسا نہ ہو کہ شیطان پھر تمھیں بہکا دے جِس طرح اُس نے تمھارے ماں باپ (آدمؑ و حوّاؑ) کو جنّت سے نِکلوایا تھا اور یہاں تک کہ اُس نے تو اُن کے جِسم سے اُن کے کپڑے

[1] اس آیت سے معلوم ہوا کہ لباس اور حجاب شریعت میں شامل ہیں۔ برہنگی اور نیم برہنگی بہر حال ایک شیطانی فلسفہ ہے اور خدا کا یہ کہنا کہ "ہم نے لباس اتارا" لباس کا خدا کی برکت ہونے کی طرف اشارہ ہے اور اتارنے سے مراد پیدا کرنا ہے۔ غور سے دیکھا جائے تو ہر لباس کی تیاری کے لئے آسمانی اسباب درکار ہیں۔ مثلاً ریشم' اون' سوت' سب کی پیداوار بارش پر مبنی ہے۔ ہربرٹ اسپنسر اور دیگر مغربی فلسفیوں نے بھی لباس کو زینت قرار دیا ہے۔

جس طرح ظاہری لباس جسمانی عیوب کو چھپاتا ہے اسی طرح تقویٰ یعنی برائیوں سے بچنے کے ذریعے انسان باطنی عیوب اور بد اخلاقیوں سے پاک ہو جاتا ہے۔ اسی لئے حدیث میں ہے کہ لباس سے مراد کپڑے ہیں اور زینت سے مراد مال و متاع' اور لباس تقویٰ سے مراد "عفت" یعنی بد کاری اور زنا سے پرہیز۔

☆☆☆

www.drhasanrizvi.org

سَوْاٰتِهِمَا ۭ اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ۭ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٢٧﴾

تک اُتروا لئے تھے، تاکہ اُن کے جسم کے شرم والے چھُپائے جانے کے قابل حِصّے اُن کی آنکھوں کے سامنے لے آئے[۱]۔ یہ حقیقت ہے کہ شیطان اور اُس کا قبیلہ تمھیں جس طرح دیکھتا ہے، تم اُنھیں اُس طرح نہیں دیکھتے۔ (یا) وہ اور اُس کے ساتھی تمھیں اَیسی جگہ سے دیکھتے ہیں جہاں سے تم اُنھیں نہیں دیکھ سکتے۔ اُن شیطانوں کو ہم نے اُن لوگوں کا سرپرست اور ساتھی بنا دیا ہے جو اِیمان نہیں لاتے[۲] ﴿۲۷﴾

وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَاۗءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ۭ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَاۗءِ ۭ

اور جب یہ لوگ کوئی بھی شرمناک بُرا کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں ہم نے تو اَپنے باپ دادا کو اِسی طریقہ پر پایا ہے، اور خدا ہی نے تو ہمیں اَیسا کرنے کا حُکم دِیا ہے[۳]۔ آپؐ کہئے کہ یقیناً

۱ محققین نے یہ نتیجے نکالے ہیں کہ (۱) لباس کوئی مصنوعی چیز نہیں بلکہ فطرتِ انسانی کا ایک مطالبہ ہے۔ خدا نے جنسی اعضاء کو "سواۃ" کہا ہے۔ جس کے عربی میں معنی ہی ایسی چیز کے ہیں جس کا اظہار برا سمجھا جائے جب کہ حیوان میں یہ جذبہ ہی نہیں ہوتا۔ معلوم ہوا کہ یہ شرم وحیا انسان کا امتیاز ہے۔ (۲) یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ لباس بھی اللہ کی ایک نعمت اور نشانی ہے۔

☆☆☆

۲ مومن کامل پر شیطان کا زور نہیں چلتا۔ نیز معلوم ہوا کہ جو جتنا شیطان کے کہنے میں آئے گا اتنا ہی اس کا ایمان کمزور ہوگا۔

☆☆☆

۳ مشرکین عرب طواف کرتے ہوئے بالکل ننگے ہو جاتے تھے۔ ان کی دلیل یہ تھی کہ جن کپڑوں میں ہم نے طرح طرح کے گناہ کئے ہیں ان کو پہن کر کیسے طواف کریں۔ ہم ننگے ہو کر اس حالت میں طواف کرتے ہیں جس معصوم حالت میں ہم کو ماں کے پیٹ سے پیدا کیا گیا تھا (از تفسیر تبیان)۔

☆☆☆

www.drhasanrizvi.org

خدا بے حیائی اور بُرے کاموں کا کبھی حُکم نہیں دیا
کرتا[1]۔ کیا تم اللہ کے لئے ایسی باتیں بناتے ہو جن کے
متعلّق تم کچھ بھی نہیں جانتے (۲۸) آپ فرما دیں کہ
میرے پالنے والے مالک نے تو عدل و انصاف کا
حُکم دیا ہے۔ اور یہ حکم دیا ہے کہ ہر نماز کے وقت
اپنی توجّہ ٹھیک (خدا کی طرف) رکھو۔ (یا) اپنے
چہرے کو سِیدھ[2] پر رکھو اور اُسی کو پُکارو' اپنے
دین اور اپنی عبادت کو صِرف اُسی کے لئے خالص
رکھ کر۔ (یا) اُسی کو پُکارو اُس کی خالِص
عبادت کرتے ہوئے۔ جِس طرح اُس نے تمھیں
اب پہلی دفعہ پَیدا کیا ہے' اِسی طرح تم پھر
دوبارہ بھی پَیدا کیٔے جاؤ گے (۲۹)
ایک گروہ کو تو خدا نے سِیدھا راستہ دِکھا دیا

اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾
قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ ۗ وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ
مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ كَمَا بَدَاَكُمْ
تَعُوْدُوْنَ ﴿۲۹﴾
فَرِيْقًا هَدٰى وَفَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ ۗ اِنَّهُمُ

[1] خدا کا یہ فرمانا کہ "اللہ بدکاری کا حکم نہیں دیا کرتا" اس بات کی دلیل ہے کہ حکم الٰہی سے قطع نظر کرتے ہوئے بھی ان افعال میں برائی موجود ہے۔ یہی وہ مسلک ہے جسے ہم عدلیہ اختیار کیے ہوئے ہیں۔ (تفسیر مولانا علی نقی)۔

[2] "چہرے کو سیدھ پر رکھو" کے معنی قبلہ کی سیدھ پر رکھو نیز ساری توجہات خدا کی طرف مبذول کردو اور اسی سے لولگائے رہو۔

عرفاء کے نزدیک یہ آیت جامع ہے اصلاح ظاہر و باطن کی۔ "چہرے کو سیدھ پر رکھو" سے ظاہری اصلاح مراد ہے اور خالص سے باطنی اصلاح مراد ہے۔

☆☆☆

www.drhasanrizvi.org

ہے۔ مگر دُوسرے گروہ پر تو گمراہی چپک کر رہ گئی ہے۔ (کیونکہ) حقیقت یں اُنھوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو اَپنا سَرپرست بنا رکھا ہے[۱] اور پھر سمجھتے یہ ہیں کہ وہ سیدھے اور صحیح راستے پر ہیں (۳۰)

اَے آدمؑ کی نسل کے لوگو! ہر نماز کے وقت خود آرائش و زیبائش[۲] کے ساتھ بَن سنور جایا کرو۔ اور کھاؤ پیو مگر اُسے ضائع کر کے فضول خرچی نہ کرو (یعنی ضرورت سے زیادہ نہ کھاؤ[۳] یا پھینک کر یا سَڑا کر ضائع نہ کرو) یقیناً خدا فضول خرچی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا (۳۱)

ع ۳ ۱۰

آپؐ کہئے کہ آخر کِس نے اللہ کی طرف سے (حلال کئے ہوئے) اُس زِینت کرنے اور خوبصورتی

اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝۳۰

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَ
ع اشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝۳۱

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ

۱؎ گمراہی ثبت ہونے کے ساتھ ہی شیطانوں کو سرپرست بنانے کا ذکر اس بات کو بتاتا ہے کہ اللہ کی طرف سے کسی پر بلاوجہ گمراہی ثبت نہیں ہوا کرتی بلکہ یہ خود اس کے غلط اعمال کا نتیجہ ہوتا ہے (از تفسیر بیان)۔

☆☆☆

۲؎ زیبائش سے مراد اچھا لباس پہننا، بالوں میں کنگھی کرنا، خوشبو لگانا ہے۔ یہ حکم واجب نہیں لیکن سنت ضرور ہے۔ حضرت امام حسنؑ کے لئے لکھا ہے کہ نماز کے وقت بہترین لباس زیب تن فرماتے اور جب لوگ سبب پوچھتے تو یہی آیت تلاوت فرماتے۔

حضرت امام حسینؑ جب نماز کے واسطے آمادہ ہوتے تو بہت نفیس لباس زیب تن فرماتے۔ کوئی پوچھتا تو فرماتے۔ "خدا جمیل ہے اور جمال کو پسند فرماتا ہے۔ اس لئے میں اپنے پروردگار کے واسطے زینت کرتا ہوں" پھر اسی آیت کی تلاوت فرماتے تھے۔

۳؎ حضرت امام باقرؑ نے فرمایا کہ خدا نے یہ فرما کر کہ "کھاؤ پیو اور فضول خرچی نہ کرو" (یعنی ضرورت سے زیادہ نہ کھاؤ) ساری طب جمع کر دی ہے۔ نیز فرمایا کہ "جس کے پاس ایک دن کا کھانا ہو اور پھر لوگوں سے مانگے تو وہ بھی مسرف یعنی حد سے بڑھ جانے والا ہے"۔

www.drhasanrizvi.org

وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۳۲﴾

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ

کے سامان کو حرام کر دیا، جسے خود خدا نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کیا ہے؟ اور کس نے خدا کی بخشی ہوئی پاک چیزوں اور غذاؤں کو حرام کر دیا؟ آپؐ کہہ دیجئے کہ یہ ساری کی ساری چیزیں دُنیا کی زندگی میں بھی ایمان لانے والوں کے لئے ہیں اور قیامت کے دن تو خالصتاً صِرف اور صِرف اُنھیں کے لئے ہوں گی[1]۔ اِس طرح ہم اپنی باتوں، آیتوں اور احکام کو صاف صاف بیان کرتے ہیں، اُن لوگوں کے لئے جو عِلم رکھتے ہیں ﴿۳۲﴾

آپ کہہ دیجئے کہ میرے پالنے والے مالک نے تو صرف ظاہر بظاہر اور چھُپ چھُپا کر کئے جانے والے بے شرمی کے بُرے کاموں کو حرام کِیا ہے۔ اور

[1] محققین نے اس آیت سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ ذائقہ دار کھانے از خود قابل ترک نہیں۔ چنانچہ حضور نبی کریمؐ نے محض لذت کی وجہ سے کسی کھانے سے نہیں روکا۔ البتہ ان کے شوق کی زیادتی جو آخرت کی یاد سے روک دے یقیناً بری چیز ہے۔

نیز معلوم ہوا کہ خدا کی نعمتوں میں دنیا میں تو غیر مومن بھی شریک ہیں لیکن قیامت میں خدا کی تمام نعمتیں صرف اور صرف مومنین کے لئے ہوں گی۔ نیز یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ اگر چہ دنیا میں بھی یہ نعمتیں مومنین کو حاصل ہیں مگر ساتھ ساتھ طرح طرح کی فکریں بھی ستاتی رہتی ہیں۔ مصیبتیں ٹوٹتی رہتی ہیں۔ جب کہ آخرت میں یہ نعمتیں تو ہوں گی مگر خالص شکل میں۔ یعنی کسی قسم کے رنج اور فکر کا کوئی دخل نہ ہوگا۔ (از تفسیر مجمع البیان)۔

☆☆☆

www.drhasanrizvi.org

گناہ (یا) شراب کو اور حق کے خلاف بغاوت اور زیادتی کو حرام کیا ہے۔ اور اُسی نے تم پر یہ بھی (حرام کیا ہے) کہ اللہ کے ساتھ تم کسی کو شریک بناؤ جس کے لئے اللہ نے کوئی دلیل یا سند نہیں اُتاری۔ اور یہ بھی (حرام کیا ہے) کہ تم اللہ کے بارے میں کوئی بھی ایسی بات کہو جو جانتے نہ ہو (کہ وہ خدا نے کہی ہے)[1] (۳۳)

ہر قوم کے لئے ایک مہلت، مُدّت یا عمرُ مُقرّر ہے۔ پھر جب کسی قوم کی "اَجَل" یعنی مدّتِ عمر پُوری ہونے کا وقت آجاتا ہے تو نہ تو وہ ذرا سی دیر پیچھے رہ سکتے ہیں، اور نہ ہی آگے بڑھ سکتے ہیں[2] (۳۴) اور اے اَولادِ آدم! (یہ بھی یاد رکھنا کہ) اگر تمھارے پاس خود تم ہی

وَالْاِثْمَ وَالْبَغْیَ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ
یُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (۳۳)
وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ
سَاعَةً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ (۳۴)
یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْكُمْ

[1] مطلب یہ ہے کہ تم از خود اپنے تقویٰ کے جوش میں چیزوں کو حرام نہیں کر سکتے۔

حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا۔ "دو خصلتوں سے بچو کیوں کہ ان میں جو پڑا وہ ہلاک ہوا۔ ایک تو اپنی رائے سے فتویٰ دینا دوسرے اس کی بات ماننا جسے جانتا بھی نہ ہو۔

حضرت امام موسیٰ کاظمؑ نے فرمایا کہ "اثم" یعنی گناہ سے مراد شراب ہے اور اس کے ثبوت میں جاہلیت کے شعراءِ عرب کے اس شعر کو پڑھا جس کا مطلب ہے ——— "میں نے اثم (یعنی شراب) کو پیا تو میری عقل زائل ہو گئی اور شراب تو عقل کو زائل کر دیتی ہے"۔ (وسائل الشیعہ جلد ۳۔ بحار الانوار جلد ۱۱ صفحہ ۳۴)

☆☆☆

[2] امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ "اجل" وہ وقت ہے جو شب قدر میں ملک الموت کو بتا دیا جاتا ہے۔ نیز فرمایا "پہلے سال گزر جاتے ہیں، پھر مہینے، پھر دن، پھر سانس، پھر جب وقت مقررہ آجاتا ہے تو ہم نہ ایک ساعت پیچھے رہتے ہیں اور نہ آگے بڑھتے ہیں۔ (تفسیر صافی صفحہ ۱۷۲، تفسیر عیاشی و الکافی)۔

☆☆☆

www.drhasanrizvi.org

آيٰتِيْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا
هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۵﴾
وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰٓئِكَ
اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۳۶﴾
فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ

لوگوں میں سے ایسے خدا کا پیغام لانے والے رسولؑ
آئیں جو تمھارے سامنے میری باتیں، احکامات اور
نشانیاں بیان کریں، تو جو کوئی بھی اُن کی نافرمانی
سے بچتے ہوئے اُن باتوں پر عمل کرے گا، اور
اپنی اصلاح بھی کر لے گا تو اُس کے لئے نہ تو
پھر کسی قِسم کا کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی پچھلے
نُقصانات کا کوئی رنج ہوگا ﴿۳۵﴾ مگر جو لوگ ہماری
باتوں، احکامات اور نشانیوں کو جُھٹلائیں گے، اور
اُن کے مُقابلے میں اکڑ، سرکشی یا تکبّر سے کام لیں
گے تو یہی لوگ جہنّمی ہوں گے، اور وہ اُس میں
ہمیشہ رہیں گے[1] ﴿۳۶﴾ تو اُس سے بڑا ظالم
بھلا اور کون ہوگا جو جھُوٹی باتیں گھڑ گھڑ کر اللّٰہ
کی طرف منسوب کرے (یا) اللّٰہ کی (سچّی) باتوں

[1] محققین نے اس آیت سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ گنہگار مومن آخر کار جہنم سے نجات پا لے گا۔ دائمی طور پر جہنم میں رہنے والے صرف حق کے منکرین ہوں گے یا متکبرین۔ یہ وہی لوگ ہوں گے جو اپنی عقل کو وحی الٰہی سے بڑھ چڑھ کر سمجھتے ہوں گے اس لئے اس کا انکار بھی کریں گے اور تکبر بھی۔

☆☆☆

www.drhasanrizvi.org

بِاٰيٰتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ يَنَالُهُمْ نَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ ؕ حَتّٰٓى
اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ ۙ قَالُوْٓا اَيْنَ مَا كُنْتُمْ
تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَشَهِدُوْا
عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ۝٣٧
قَالَ ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ
الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِي النَّارِ ؕ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ

کو جھٹلائے۔ اَیسے لوگ اَپنی قِسمت کا لِکھا ہوا
اَپنا (دُنیا کا) حِصّہ تو خیر پاتے رہیں[1] گے یہاں
تک کہ جب ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) اُن
کی رُوحیں نِکالنے کے لئے آئیں گے تو وہ (فرشتے)
اُن سے پوچھیں گے بتاؤ! اَب کہاں ہیں تمھارے
وہ (جھُوٹے خدائی کے دعویدار) جن کو تم خدا
کے بجائے پُکارا کرتے تھے؟ وہ کہیں گے: وہ
تو ہم سے غائب ہو گئے۔ اور (اِس طرح) وہ
خود اَپنے ہی خلاف گواہی دیں گے کہ واقعی ہم
حق کے مُنکر تھے ۳۷ اللہ فرمائے گا جاؤ۔ اَب
تم بھی اُسی جہنّم میں داخل ہو جاؤ جِس میں تم
سے پہلے کے گزُرے ہوئے جن اور اِنسان داخِل
ہو چکے ہیں[2]۔ جب بھی کوئی گروہ جہنّم میں داخِل

[1] "انھیں جوان کا مقدر ہے وہ تو پہنچے گا" کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں کافروں پر بھی رزق کا دروازہ بند نہ کیا جائے گا۔ (از تفسیر جلالین)۔

☆☆☆

[2] کیوں کہ تم نے بروں کی پیروی کی، اِس لئے ان ہی کے ساتھ مل جاؤ جو جس کی پیروی کرتا ہے آخرت میں اُسی کے ساتھ ہوگا۔ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا تھا۔ "جو میری پیروی کرے گا وہ میرے ساتھ ہوگا" (قرآن) حضور اکرمؐ نے فرمایا۔ جو (میری طرح) یتیموں کی سرپرستی کرے گا وہ قیامت کے دن میرے اِس قدر قریب ہوگا کہ جیسے یہ دونوں انگلیاں —— پھر آپؐ نے اپنی دونوں شہادت کی انگلیوں کو اِس طرح ایک دوسرے سے ملا کر دکھایا کہ دونوں انگلیاں ایک دوسرے کے ساتھ چپکی ہوئی تھیں۔ بعض روایات میں یہاں تک آیا ہے کہ "یتیم کا کفیل قیامت کے دن میرے اِس قدر قریب ہو گا کہ اِس کے گھٹنے میرے گھٹنوں سے ٹکرا رہے ہوں گے"

☆☆☆

www.drhasanrizvi.org

ہو گا تو اَپنے ساتھ والے دُوسرے گروہ پر خوب لعنت مَلامت کرتا ہوا داخل ہو گا۔ یہاں تک کہ جَب سَب کے سَب وہاں جمع ہو جائیں گے' تو ہر بعد والا گروہ پہلے والے گروہ کے لئے کہے گا کہ اَے ہمارے پالنے والے مالک! یہی وہ لوگ تھے جنھوں نے ہمیں گمُراہ کیا تھا لہٰذا اِن کو آگ کی دو گنُی (چَوگنی) سَزا دے۔ اِرشاد ہو گا۔ تمھیں معلوم نہیں ہے کہ اَب (تم میں سے) ہر ایک کے لئے دو گنُی (چَوگنی) سَزا ہے (۳۸) اِس پر پہلے والے بعد والوں سے کہیں گے۔ آخر ہم کو تم پر کون سی فضیلت حاصل تھی؟ (کہ تم ہمارے لئے دو گنُی چَوگنی سزا تجویز کر رہے ہو) اَب تم اَپنے ہی بُرے کاموں کی کمائی کی وجہ سے (اَپنی) سَزا

اُخۡتَهَا ؕ حَتّٰۤى اِذَا ادَّارَكُوۡا فِيۡهَا جَمِيۡعًا ۙ قَالَتۡ اُخۡرٰٮهُمۡ لِاُوۡلٰٮهُمۡ رَبَّنَا هٰٓؤُلَاۤءِ اَضَلُّوۡنَا فَاٰتِهِمۡ عَذَابًا ضِعۡفًا مِّنَ النَّارِ ؕ قَالَ لِكُلٍّ ضِعۡفٌ وَّلٰـكِنۡ لَّا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۳۸﴾

وَقَالَتۡ اُوۡلٰٮهُمۡ لِاُخۡرٰٮهُمۡ فَمَا كَانَ لَـكُمۡ عَلَيۡنَا مِنۡ فَضۡلٍ فَذُوۡقُوا الۡعَذَابَ بِمَا كُنۡتُمۡ تَكۡسِبُوۡنَ ﴿۳۹﴾ ع

لے کیوں کہ آخرت کی دنیا کشف حقائق کی دنیا ہے جہاں حقیقتیں عیاں ہو کر سامنے آجائیں گی اسی لئے وہاں ہر بدکار دوسرے بدکار سے بری طرح نفرت کرتا ہوگا۔ ایسی مصیبت کے وقت اگر کوئی چیز کام آسکتی تھی تو وہ کم از کم آپس کی ہمدردیاں ہی ہو سکتی تھیں۔ مگر منکرین حق اس سے بھی محروم ہوں گے۔ پھر جہنم کا عذاب ہر لحہ بڑھتا ہی جائے گا اس لئے ہر ایک کو اپنا عذاب دگنا چوگنا معلوم ہوگا۔

امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ "عذاب الٰہی کی سختی دیکھ کر ایک گروہ دوسرے گروہ پر لعنت کرے گا' جھگڑے گا۔ حالانکہ وہ نہ تو جھگڑنے ہی کا وقت ہوگا نہ کچھ کہنے سننے کا۔ نہ معذرت قبول ہونے کا اور نہ نجات پالینے کا" (تفسیر صافی صفحہ ۱۷۲ و الکافی)۔ وہ تو صرف اور صرف سزا بھگتنے کا وقت ہوگا۔

☆☆☆

www.drhasanrizvi.org

ع ۴ ۸

کا مزہ چکھو ﴿۳۹﴾ ع

یقین جانو کہ جن لوگوں نے ہماری باتوں، احکامات اور نشانیوں کو جھٹلایا اور اُن کے مقابلہ میں اکڑے اور تکبّر کیا، اُن کے لئے تو آسمان کے دروازے ہرگز بھی نہ کھولے جائیں گے[1]۔ اور اُس وقت تک وہ جنّت میں داخل نہ ہوں گے جب تک کہ اُونٹ سُوئی کے ناکے میں سے نہ گزر جائے[2] (یعنی اُن کا جنّت میں داخل ہونا اِتنا ہی ناممکن ہوگا جِتنا کہ اُونٹ کا سُوئی کے سُوراخ میں سے گزر جانا ناممکن ہے) اور ہم مُجرموں کو اَیسا ہی بدلہ دِیا کرتے ہیں ﴿۴۰﴾ جہنّم کی آگ ہی اُن کا اوڑھنا بچھونا ہوگا (یعنی آگ ہی پر سونا اور آگ ہی کو اوڑھنا ہوگا) اور یہ ہے وہ سزا جو ہم

إِنَّ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا لَا
تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ
حَتَّىٰ يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ ۚ وَكَذَٰلِكَ
نَجْزِي الْمُجْرِمِينَ ﴿٤٠﴾
لَهُمْ مِنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ۚ وَ

[1] آسمان کے دروازے کھلنے سے مراد خدائی رحمت کا متوجہ ہونا ہے۔ حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ "ان کی دعا اور ان کے اعمال خدا کی بارگاہ کی طرف نہ تو بلند ہوتے ہیں اور نہ وہاں قابل قبول ہوتے ہیں"۔ (از تفسیر تبیان)۔

[2] جیسے اونٹ کا سوئی کے ناکے کے اندر سے نکل جانا ناممکن ہے ویسے ہی ان کا جنت میں جانا ناممکن ہے۔

☆☆☆

www.drhasanrizvi.org

ظالموں کو دِیا کرتے ہیں (۴۱)

اور وہ لوگ جو اِیمان لائے اور اَچھے اَچھے کام کرتے رہے وہ جنّت والے ہیں' جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ (کیونکہ) ہم تو کِسی پر بھی اُس کی طاقت سے زیادہ ذمّہ داری کا بوجھ نہیں ڈالتے[۱] (۴۲) اُن کے سِینوں میں جو (ایک دُوسرے کے خلاف کدُورت' دُشمنی' غم و غصّہ اور نفرت بھری ہوگی) اُسے ہم نِکال دیں گے۔[۲] اُن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ کہتے ہوں گے: "اللہ کا شُکر' تمام تعریف اُسی کے لئے ہے جس نے ہم کو اِس راستے پر لگایا (کیونکہ) اگر اللہ ہمیں اِس راستے پر نہ لگاتا تو ہم (از خود) یہ راستہ پا نہیں سکتے تھے۔ (یا) "تمام تعریف خدا ہی کے لئے[۳]

كَذٰلِكَ نَجۡزِى الظّٰلِمِيۡنَ (۴۱)
وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفۡسًا
اِلَّا وُسۡعَهَآ اُولٰٓـئِكَ اَصۡحٰبُ الۡجَـنَّةِ‌ۚ هُمۡ فِيۡهَا
خٰلِدُوۡنَ (۴۲)
وَنَزَعۡنَا مَا فِىۡ صُدُوۡرِهِمۡ مِّنۡ غِلٍّ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهِمُ
الۡاَنۡهٰرُ‌ۚ وَقَالُوا الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِىۡ هَدٰٮنَا لِهٰذَا وَمَا

۱۔ بتانا یہ بھی مقصود ہے کہ جنت کا حصول کوئی بہت ہی مشکل کام نہیں۔ اس کا ذریعہ عملِ صالح ہے اور عملِ صالح خدا کے ان احکامات کی تعمیل کا نام ہے جو ہر بندے کے بس کی بات ہے۔ ساتھ ساتھ کافروں پر بھی طنز ہے کہ اتنی آسانی سے حاصل ہو جانے والی چیز یعنی جنت سے اپنی جاہلانہ ہٹ دھرمی کی وجہ سے محروم رہے۔

☆☆☆

۲۔ اس آیت سے عرفاء نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ مومنین کی آپس میں رنجشیں جو طبعی اور غیر اختیاری ہوں' دخول جنت میں مانع نہیں ہوتیں۔

۳۔ اب رہی یہ بات کہ جنت انسان کے اپنے عمل کا نتیجہ ہے یا خدا کی رحمت اور فضل کا؟ تو اس کا جواب عرفاء نے یہ دیا ہے کہ ظاہراً تو دخول جنت کا سبب انسان کے اپنے اعمال ہی ہوتے ہیں لیکن حقیقی سبب خدا کی رحمت ہوتی ہے اس لئے کہ اعمال میں نیتوں اور افعال کا نقص ہوتا ہے مگر یہ خدا کا فضل ہی ہے کہ وہ ناقص اعمال کو بھی قبول فرما کر جنت کا انعام عطا فرماتا ہے۔ (امام رازی)۔

دلوں سے کدورت کا غبار نکال دینے

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

www.drhasanrizvi.org

كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ
رَبِّنَا بِالْحَقِّ ؕ وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا
بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾
وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ اَنْ قَدْ وَجَدْنَا
مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ؕ قَالُوْا

(پچھلے صفحہ کا بقیہ)

کامطلب یہ بھی ہو سکتا ہے جیسے دنیا میں ایک انسان دوسرے کی ترقی کو دیکھ کر جل اٹھتا ہے پھر دشمنی پر کمر باندھ لیتا ہے، مگر وہاں یہ سب کچھ نہیں ہوگا۔ کیوں کہ یہ سب چیزیں تو دنیا میں امتحان لینے کے لئے انسان میں رکھی گئی ہیں۔ وہاں ان لغویات کا کیا کام؟۔ اسی لئے فرمایا۔ ——— "وہاں انھیں کوئی لغویات سننے میں نہیں آئے گی اور نہ گناہ کی بات (ہی سننے میں آئے گی) سوائے (ہر طرف سے) دعائے خیر، تعریفیں اور سلامتی کی باتوں کے"۔

☆☆☆

لہ مومنین تو اپنے انجام بخیر ہونے کا سبب خدا کی توفیقات کو بتا رہے ہیں لیکن خدا اپنے کرم کے سبب اس کامیابی کا سہرا خود ان ہی کے حسن اختیار اور حسن عمل کے سر باندھ رہا ہے کہ تم پر کوئی مفت کا احسان تھوڑی ہے۔ یہ سب کچھ خود تمہاری خدمات کا صلہ ہے جو آج تمہیں دیا جا رہا ہے۔ (تفسیر مولانا علی نقی)۔

امام جعفر صادق ؑ نے فرمایا کہ قیامت کے دن جب ہمارے دوست ہمیں دیکھیں گے تو کہیں گے۔ "تمام تعریف خدا ہی کی ہے جس نے ہمیں آپ لوگوں کا راستہ دکھایا۔ یعنی آپ لوگوں کی ہدایات کو قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ (تفسیر صافی صفحہ ۱۷۲۔ بحوالہ کافی)۔

ہے جس نے ہمیں یہ راستہ دِکھایا۔ (کیونکہ) ہم از خود
یہ راستہ پا ہی نہیں سکتے تھے" اگر خدا ہماری رہنمائی
نہ فرماتا۔ ہمارے پالنے والے مالک کے بھیجے
ہوئے پیغامبرؑ واقعی حق اور سچّائی ہی لے کر آئے
تھے"۔ اُس وقت اُسی حالت میں اُن کو آواز
دی جائے گی۔ یہ جنّت ہے جِس کے تم وارث و
مالک بنا دیئے گئے ہو، یہ تمھیں اُنھیں کاموں
کے بدلے میں مِلی ہے جو تم (دُنیا میں) کیا کرتے تھےلہ ﴿۴۳﴾
پھر یہی جنّت کے لوگ دوزخ والوں سے
پُکار کر کہیں گے: "ہم نے تو اُن تمام وعدوں کو
بالکل ہی سچ اور ٹھیک پایا جو ہمارے پالنے
والے مالک نے ہم سے کئے تھے۔ کیا تم نے بھی اُن
وعدوں کو سچّا اور ٹھیک پایا جو تمھارے پالنے

www.drhasanrizvi.org

نَعَمْ ۚ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾
الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ
وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ ﴿۴۵﴾
وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ يَّعْرِفُوْنَ
كُلًّاۢ بِسِيْمٰىهُمْ ۚ وَنَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۣ

والے مالک نے (تم سے) کئے تھے؟ وہ جواب دیں گے: "ہاں۔" تب ایک اعلان[1] کرنے والا اُن کے درمیان اعلان کرے گا: "اللہ کی لعنت ہو ظالموں پر ﴿۴۴﴾ جو لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکتے رہے ہوں اور اُس راستے کو ٹیڑھا[2] کرنا چاہتے ہوں اور وہ دُنیا کی زندگی کے بعد میں آنے والی زندگی کا اِنکار بھی کرتے ہوں" ﴿۴۵﴾

پھر اُن دونوں گروہوں کے درمیان ایک پردہ یا ایک حدِّ فاصل حائل ہوجائے[3] گا جس کی بلندیوں "اعراف" پر کچھ مَرد ہوں گے جو ہر ایک کو اُس کی صُورت ہی سے پہچانتے ہوں گے، اور وہ جنّت والوں کو آواز دیں گے۔ "سلام ہو تم پر۔" (اگرچہ) وہ لوگ (ابھی) جنّت میں داخل تو نہیں ہوئے

۱ ابن مردویہ نے جو اہل سنت کے عظیم عالم ہیں لکھا ہے کہ اس آیت میں "مؤذن" یعنی آواز دینے اور ظالموں پر لعنت کرنے والے حضرت علیؑ ہوں گے۔

حضرت امام موسیٰ کاظمؑ اور حضرت امام رضاؑ نے بھی یہی فرمایا ہے۔ (از تفسیر صافی صفحہ ۱۷۲ بحوالہ کافی و تفسیر عیاشی)۔

یہ شائد اس لئے ہوگا کہ حضرت علیؑ نے ہر قسم کے ظلم کا مقابلہ اس قدر شدت سے فرمایا کہ اس کی مثال ملنا ناممکن ہے۔ شرک کفر نفاق اور ہر قسم کے ظلم کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ یہاں تک کہ اپنی اور اپنی اولاد کی جان تک قربان کردی۔

☆☆☆

۲ خدا کے راستے کو ٹیڑھا کرنے کے معنی دین میں شکوک و شبہات پیدا کر کے بے جا اعتراضات کے ذریعہ لوگوں کو شک میں ڈالنا اور صحیح راستے سے ہٹانے کی کوشش کرنا ہے۔

☆☆☆

۳ "ان دونوں کے درمیان ایک حد فاصل ہوگی" یعنی اعراف کی بلندیاں ایک تیسری جگہ ہے جو جنت اور جہنم کے درمیان ہوگی۔

علامہ ابن حجر مکی جو اہل سنت کے عظیم عالم ہیں لکھتے ہیں کہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ اعراف (یعنی بلندیوں) پر عباسؓ حمزہؓ اور علی ابن ابی طالبؑ کھڑے ہوں گے اور اپنے دوستوں کو

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

www.drhasanrizvi.org

ہیں مگر وہ جنّت میں داخل ہونے کے سخت خواہشمند اور اُمیدوار ہوں گے ﴿۴۶﴾ اور جب اُن کی نگاہیں جہنّم والوں کی طرف مُڑتی ہیں تو وہ کہتے ہیں: اَے ہمارے پالنے والے مالک! ہمیں اِن ظالم لوگوں میں شامل نہ کرنا ﴿۴۷﴾ ع پھر بلندیوں^ا (اعراف) والے (جہنّم کے کچھ بڑے بڑے) لوگوں کو اُن کی خاص علامتوں یا صُورتوں سے پہچان کر آواز دیں گے: دیکھ لیا تم نے (اَپنا حشر)۔ آج نہ تو تمہارے جتھے اور بڑے بڑے گروہ ہی تمہارے کچھ کام آئے اور نہ ہی تمہارے اُس سازوسامان نے تمھیں کچھ فائدہ پہنچایا جسے تم بہت بڑی چیز سمجھ کر خود کو بہت بڑا آدمی سمجھتے تھے ﴿۴۸﴾ اور کیا یہ جنّت والے وہی لوگ نہیں ہیں جن کے بارے

ع ۵ ۱۲

لَمۡ يَدۡخُلُوۡهَا وَهُمۡ يَطۡمَعُوۡنَ ﴿۴۶﴾
وَاِذَا صُرِفَتۡ اَبۡصَارُهُمۡ تِلۡقَآءَ اَصۡحٰبِ النَّارِۙ قَالُوۡا رَبَّنَا
لَا تَجۡعَلۡنَا مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِيۡنَ ﴿۴۷﴾ ع
وَنَادٰۤى اَصۡحٰبُ الۡاَعۡرَافِ رِجَالًا يَّعۡرِفُوۡنَهُمۡ بِسِيۡمٰهُمۡ
قَالُوۡا مَاۤ اَغۡنٰى عَنۡكُمۡ جَمۡعُكُمۡ وَمَا كُنۡتُمۡ تَسۡتَكۡبِرُوۡنَ ﴿۴۸﴾

^ا یہ سوال کہ اہل جنت اور اہل جہنم کے درمیان تو بلندیوں کے پہاڑ حائل ہوں گے اور بے حد فاصلہ ہوگا تو دونوں گروہ کس طرح ایک دوسرے کی آواز سن سکیں گے؟ یہ سوال اسی لئے پیدا ہوا کہ ہم نے آخرت کو دنیا کے مادی کمزور قویٰ پر قیاس کیا۔ وہاں انسان کی طاقتیں کئی گنا بڑھ چکی ہوں گی۔ دیواریں اور فاصلے درمیان میں حائل نہ ہو سکیں گے۔

☆☆☆

(پچھلے صفحہ کا بقیہ)

ان کے چہروں کی نورانیت سے اور اپنے دشمنوں کو ان کے چہروں کی سیاہی سے پہچان لیں گے۔ (از صواعق محرقہ ابن حجر مکی۔ و تفسیر ثعلبی)۔

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ اعراف سے مراد وہ ٹیلے ہیں جو جنت اور جہنم کے درمیان ہوں گے اور "رجال مردوں" سے مراد ائمہ اہل بیتؑ ہیں۔ نیز یہ بھی فرمایا کہ اعراف ہم ہیں کیوں کہ اللہ کو پہچانا ہی نہیں گیا مگر ہمارے ذریعے سے اور ہم ہی کو اللہ تعالیٰ صراط کے اوپر کھڑا کرے گا۔ پس جنت میں کوئی داخل نہ ہوگا مگر وہ جو ہمیں پہچانتا ہوگا اور ہم اسے پہچانتے ہوں گے۔ (از کافی و تفسیر صافی و تفسیر تبیان و تفسیر علی بن ابراہیم)۔

www.drhasanrizvi.org

اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيۡنَ اَقۡسَمۡتُمۡ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحۡمَةٍ ؕ اُدۡخُلُوا الۡجَـنَّةَ لَا خَوۡفٌ عَلَيۡكُمۡ وَلَاۤ اَنۡتُمۡ تَحۡزَنُوۡنَ (۴۹)

وَنَادٰۤى اَصۡحٰبُ النَّارِ اَصۡحٰبَ الۡجَـنَّةِ اَنۡ اَفِيۡضُوۡا عَلَيۡنَا مِنَ الۡمَآءِ اَوۡ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ؕ قَالُوۡۤا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الۡكٰفِرِيۡنَ (۵۰) ۙ

الَّذِيۡنَ اتَّخَذُوۡا دِيۡنَهُمۡ لَهۡوًا وَّلَعِبًا وَّغَرَّتۡهُمُ الۡحَيٰوةُ

یہی تم لوگ قسمیں کھا کھا کر کہتے تھے کہ اللہ اِن کو تو اپنی رحمت ہرگز ہرگز نہیں پہنچائے گا؟[۱] (یا) اِن کو تو خدا اپنی رحمت میں سے کچھ بھی نہ دے گا؟ (تو لو اَب ہم اُنھیں سے کہتے ہیں) تم جنّت میں داخل ہو جاؤ۔ تمھارے لئے اَب نہ تو کوئی خوف ہے اور نہ کوئی رنج ہے (۴۹)

پھر جہنّم کے لوگ جنّت والوں کو پکاریں گے "کچھ تھوڑا سا پانی ہی ہم پر ڈال دو" یا جو رِزق اللہ نے تمھیں دیا ہے اُسی میں سے کچھ (ہماری طرف) پھینک دو۔" تو وہ جواب دیں گے: "اللہ نے یہ دونوں چیزیں اُن حق کے مُنکروں پر حرام کر دی ہیں[۲] (۵۰) جِنھوں نے اَپنے دین کو کھیل تماشا اور تفریح بنا رکھا تھا اور جِنھیں دُنیا

۱۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا ہے۔ "خوب سمجھ لو کہ تم محض اپنے نیک عمل کے بل بوتے پر جنت میں نہیں پہنچ سکتے" لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ "کیا آپ بھی؟ فرمایا —— "ہاں۔ میں بھی۔ سوا اِس کے کہ اللہ مجھے اپنی رحمت اور اپنے فضل سے ڈھانک لے" (بخاری اور مسلم)

یہی وجہ ہے کہ سچے مومنین ہر نعمت کو خدا کا فضل و کرم سمجھتے ہیں اِس لئے ہر نعمت پر خدا کا شکر بجالاتے ہیں۔ جتنے نوازے جاتے ہیں اتنے ہی متواضع، رحیم اور دوسروں کو فائدے پہنچانے والے بنتے جاتے ہیں۔ اِسی لئے حسنِ عمل سے اُن کے اندر تکبر نہیں پیدا ہوتا بلکہ جذبہ تشکر ہی بڑھتا جاتا ہے۔ اِسی لئے وہ اپنی کوتاہیوں پر استغفار کرتے ہیں اور نیک کاموں پر خدا کا شکر ادا کرتے ہیں یہی بہترین طرز فکر و عمل ہے جو بالکل درست بھی ہے اور برے نتائج سے بچانے والا بھی۔

☆☆☆

۲۔ کافروں پر جنت کی نعمتیں اس لئے حرام ہوں گی کہ ان نعمتوں کا حصول تو صرف دنیا میں ممکن تھا اگر کافروں کے حلق میں یہ نعمتیں جائیں گی تو اور اذیت پہنچائیں گی۔

☆☆☆

www.drhasanrizvi.org

الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ نَنْسٰهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا ۙ وَمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۵۱﴾

وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّ رَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ ؕ يَوْمَ يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ يَقُوْلُ

کی زندگی نے دھوکہ میں ڈال رکھا تھا۔ (پھر اللہ فرمائے گا) آج ہم بھی اُنھیں اُسی طرح بھلا دیں گے جس طرح وہ اِس دن کی ہماری ملاقات کو بھولے رہے اور (جس طرح) وہ ہماری باتوں اور نشانیوں کو جھٹلاتے رہے[1] (معلوم ہوا خدا کی باتوں اور آیتوں کو جھٹلانا بھی خدا کو بھولنے ہی کے مترادف ہے) ﴿۵۱﴾

اور ہم اُن کے پاس اَب ایک اَیسی کتاب لے آئے ہیں جس کو ہم نے عِلمی دلیل کی بُنیاد پر مُفصّل بنایا ہے اور جو اِیمان لانے والوں کے لئے سراسر ہدایت و رحمت ہے ﴿۵۲﴾ تو اَب اُنھیں آخر اور کِس بات کا اِنتظار ہے، سِوا اِس کے کہ اُن کا وہ انجام (مُراد جہنّم) ہی اُن کے سامنے آجائے جو یہ کتاب

[1] حضرت امام رضاؑ نے فرمایا ——— "اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ خدا نے فرمایا ہے کہ ہم ان لوگوں کو اسی طرح چھوڑدیں گے جیسا کہ انہوں نے آج کے دن ہم سے ملنے کی تیاری کو چھوڑ دیا تھا۔ (تفسیر صافی صفحہ ۱۷۴۔ بحوالہ عیون اخبار الرضاءؑ) یاد رہے کہ عربی میں نسی کے معنی بھول جانا بھی ہیں اور چھوڑ دینا بھی ہیں۔(اقرب الموارد)۔

اہلِ جنت، اہلِ دوزخ اور مردانِ اعراف کے ان سوالات وجوابات سے واضح طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ عالمِ آخرت میں انسان کی قوتیں کتنی بڑھ جائیں گی۔ اہلِ جنت اور اہلِ جہنم ایک دوسرے کو جب چاہیں گے دیکھ سکیں گے اور گفتگو تک کرسکیں گے۔ جب کہ دونوں بالکل مختلف عالموں میں ہوں گے۔ محققین نے اِس آیت سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ عالمِ آخرت کے قوانین ہماری موجودہ دنیا کے قوانین سے مختلف ہوں گے، اِسی لئے آخرت کی باتیں ہم کو عجیب و غریب لگتی ہیں۔

☆☆☆

www.drhasanrizvi.org

بتا رہی ہے ۔ جس دن وہ انجام (یعنی جہنّم) اُن کے سامنے آجائے گا[1] تو وہی لوگ جنھوں نے اِس (کتاب یا اِس انجام) کو بھلا دیا تھا، کہیں گے کہ واقعاً یہ حقیقت ہے کہ ہمارے پالنے والے مالک کے پیغام لانے والے سچّائی کے ساتھ آئے تھے ۔ تو کیا اَب ہمارے کوئی سفارشی ہیں جو ہماری سفارش کریں؟ یا پھر ہمیں دوبارہ (دُنیا میں) واپس بھیج دیا جائے تاکہ ہم جو کچھ پہلے کرتے تھے اَب اُس کے بجائے دُوسرے (اچھّے) کام کریں ۔ اِس میں کوئی شک ہی نہیں کہ اُنھوں نے خود اَپنے آپ کو سخت نقصان پہنچایا ۔ اور اَب وہ سارے کے سارے جھُوٹ (مُراد جھوٹے خدا اور خیالی سہارے) جو اُنھوں نے گھڑ رکھّے تھے، اَب اُن

الَّذِينَ نَسُوهُ مِن قَبْلُ قَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ فَهَل لَّنَا مِن شُفَعَاءَ فَيَشْفَعُوا لَنَا أَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ قَدْ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ وَ

[1] یہ سب ظہور قائم آلِ محمدؐ کے وقت قیامت صغریٰ کے موقع پر ہوگا۔ (از تفسیر قمی)۔

اِس کی مثال یہ ہے کہ جیسے کوئی شخص ڈاکٹر کے عاقلانہ مشوروں کو نہ مانے، اُس کی ہدایات پر عمل نہ کرے، لوگوں کو مرتے دیکھ کر بھی نہ سیکھے اور بے احتیاطیوں پر بے احتیاطیاں کیے جائے تو آخر کار جب موت کے بستر پر لیٹے گا تب اُس کی سمجھ میں آئے گا کہ اُس نے کتنی بڑی غلطیاں کی ہیں۔ کم عقل لوگ برے نتائج کو دیکھنے کے بعد ہی سمجھتے ہیں اور عقلمند وہی ہوتا ہے جو دوسروں کو دیکھ کر برے نتائج کے سامنے آنے سے پہلے اپنی اصلاح کر لیتا ہے۔

☆☆☆

www.drhasanrizvi.org

ع ضَلَّ عَنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا يَفۡتَرُوۡنَ ﴿۵۳﴾ ۱۳

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِىۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ فِىۡ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسۡتَوٰى عَلَى الۡعَرۡشِ يُغۡشِى الَّيۡلَ

کے پاس سے گم ہو گئے (یعنی اَب اُن کے پاس اُن کا بچانے والا کوئی باقی نہ رہا) ﴿۵۳﴾ ع

درحقیقت تمھارا پالنے والا مالک وہی اللّٰہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دِنوں (STAGES) میں پیدا کیا اور پھر اَپنے "عرش" (یعنی تختِ سلطنت) کی طرف متوجّہ ہوا۔ (یعنی تخلیق کے بعد اُس نے کائنات کا اِنتظام بھی فرمایا[۱]۔ اِس لئے وہی خالق ہے اور وہی مُدبّرِ کائنات بھی ہے اور ہر جزو وکُل پر اُس کی حُکمرانی جاری و ساری ہے اور اِس طرح وہ کائنات سے بے تعلّق نہیں) وہی رات کو دِن پر ڈھانک دیتا ہے اِس طرح کہ رات دن کو تیزی سے جا پکڑتی ہے (یا) وہی رات کا پردہ دن پر ڈال دیتا ہے اور پھر دِن رات کے پیچھے پیچھے دَوڑا

ع ۱۳ ۲

[۱] شرک کی عام طور پر دو صورتیں ہیں۔(۱) کائنات کی تخلیق میں خدا کے ساتھ کسی اور کو شریک سمجھا جائے۔(۲) خالق کو ایک ہی سمجھا جائے۔ مگر کائنات کے انتظامات میں دوسروں کو خدا کے برابر سمجھا جائے۔ یہاں دونوں قسم کے شرک کی نفی کردی گئی۔

امام علی بن موسی الرضاؑ نے فرمایا کہ "خدا پلک جھپکتے ہی ساری مخلوقات کو پیدا کر سکتا تھا مگر اس نے چھ دن اس لئے لگائے تاکہ جو چیزیں وہ پیدا کرتا جائے وہ (آہستہ آہستہ) فرشتوں پر ظاہر ہوتی جائیں۔ (تاکہ وہ سمجھتے جائیں)(تفسیر صافی صفحہ ۱۷۴)۔ "ثم استویٰ" یعنی "پھر اپنے عرش مراد تخت سلطنت کی طرف متوجہ ہوا" اس کے معنی حضرت علیؑ نے یہ بتائے ہیں کہ "خدا نے تمام کائنات کی تدبیر فرمائی اور اس کا امر غالب رہا"۔ (تفسیر صافی صفحہ ۱۷۴) اور امام موسیٰ کاظمؑ نے فرمایا "یعنی خدا ہر چھوٹے بڑے امر پر غالب رہا"۔(کافی) نیز امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ "ہر چیز پر اس کا غلبہ بالکل برابر ہے۔ کوئی چیز دوسری چیز کے مقابلے میں اس سے قریب نہیں"۔(کافی)۔

☆☆☆

www.drhasanrizvi.org

النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا ۙ وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۢ بِاَمْرِهٖ ؕ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ؕ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۵۴﴾
اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۵۵﴾

چلا آتا ہے۔ اُسی نے سُورج چاند اور تارے پیدا کئے۔ سَب اُس کے حُکم کے پابند ہیں۔ تمھیں معلوم ہونا چاہیئے کہ اُسی کے لئے مخصوص ہے پیدا کرنا بھی اور حکومت کرنا بھی[1]۔ (یعنی پیدا بھی صِرف وہی کرتا ہے اور حاکِم کائنات بھی صرف وہی ہے) بڑا ہی برکتوں والا ہے[2] "اللہ" جو تمام جہانوں کا پالنے والا مالک ہے ﴿۵۴﴾ اَپنے (اَیسے) پالنے والے مالک کو پُکارو گِڑگِڑا کر چُپکے چُپکے (کیونکہ) اِس میں کوئی شک ہی نہیں ہے کہ وہ حد سے آگے بڑھ جانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (یعنی خدا کے علاوہ کِسی اور سے مانگنا یا خدا سے نہ مانگنا حدوں سے تجاوز کرنے اور تکبّر کرنے کے مترادف ہے۔ نیز یہ مطلب بھی ہے کہ ذرا دیکھ لینا کہ کہیں تمھارا سوال حَد سے

[1] مطلب یہ ہے کہ خدا نے اپنی مخلوق کو پیدا کرکے چھوڑ نہیں دیا نہ کسی کے حوالے ہی کردیا کہ وہ ان پر حکومت کرے بلکہ عملاً ساری کائنات کی تدبیر خدا کے ہاتھ میں ہے۔ اِس لئے وہ خالق بھی ہے اور پالنے والا (رب) بھی۔ سورج چاند تارے تک خود کسی طاقت کے مالک نہیں۔ ساری کائنات خدا کے قبضۂ قدرت و انتظام میں ہے۔ اِس آیت نے اُن لوگوں کا عقیدہ بالکل رد کردیا جو تفویض کے قائل ہیں کہ خدا نے اپنے کام دوسروں کے سپرد کردیئے ہیں۔ اور مشرکین کی بھی رد ہوگئی کہ جو یہ سمجھتے ہیں کہ سارے اختیارات بتوں کے ہاتھ میں ہیں۔

☆☆☆

[2] برکت کے معنی نشو و نما اور بڑھتے رہنا ہے۔ اِس لئے اِس لفظ میں رفعت اور عظمت کا تصور بھی ہے اور خیر یا بھلائی کا بھی۔ اِس لئے خدا کا برکتوں والا ہونے کے معنی یہ ہیں کہ وہ ذات بہت ہی بلند مرتبہ اور برتر ہستی ہے۔ اُس کی بلندی کہیں بھی جاکر ختم نہیں ہوتی نیز یہ کہ اس کا فیضان بھلائی اور اُس کی بلندی یا عظمت عارضی نہیں بلکہ مستقل ہے۔ اُس کی عطا میں کبھی کمی نہیں آتی بلکہ اُس کی عطائیں بڑھتی ہی چلی جاتی ہیں۔

☆☆☆

www.drhasanrizvi.org

وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ
خَوْفًا وَّطَمَعًا اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۵۶
وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ
حَتّٰٓى اِذَآ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا

بڑھا ہوا تو نہیں ہے) ۵۵ اور زمین میں خرابیاں پَیدا نہ کرو، جب کہ اُس کی اِصلاح ہو چُکی ہوئے۔ اور خدا ہی کو پُکارو اُس سے ڈرتے ہوئے اور اُمّید کرتے ہوئے۔ (ڈر اُس کی عظمت اور شان و شوکت کا یا اَپنے گُناہوں اور غفلتوں کا، اور اُمّید اُس کی رحمت، مغفرت اور بخششوں کی جو اُس کی سب سے اہم صِفت ہے) یقیناً اللہ کی رحمت نیک کام کرنے والوں سے بہت ہی قریب ہے ۵۶ اور وہی اللہ ہے جو ہواؤں کو اپنی بارانِ رحمت کے آگے آگے (بارش آنے کی) خوش خبری لئے ہوئے بھیجتا ہے۔ پھر جب وہ ہوائیں پانی سے لَدے ہوئے بادل اُٹھا لیتی ہیں تو اُنھیں کِسی مُردہ زمین کی طرف روانہ کر دیتا ہے۔ اور

[1] امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ "زمین حالت فساد میں تھی۔ خدا نے محمد مصطفےٰؐ کے ذریعے اس کی اصلاح کی پھر حکم دیا کہ اب اصلاح ہو جانے کے بعد زمین میں خرابیاں پیدا نہ کرو"۔ (تفسیر صافی۔ صفحہ ۱۷۴۔ بحوالہ کافی و تفسیر عیاشی)۔

تفسیر قمی میں ہے کہ رسول خداؐ نے حضرت علیؑ کے ذریعہ زمین کی اصلاح کا سامان کر دیا تھا۔ مگر لوگوں نے رسول خداؐ کے بعد ان کی اطاعت چھوڑ کر اسے خراب کر دیا۔ (تفسیر قمی)

☆☆☆

www.drhasanrizvi.org

وہاں بارش برسا کر اُسی (مَری ہوئی زمین) سے طرح طرح کے پَھل نِکالتا ہے۔ بس اِسی طرح سے ہم مُردوں کو (زندہ کرکے قبروں سے) نِکال لیں گے۔ شاید اَب تم (اِس مُشاہدہ سے) سبق لیتے ہوئے ہماری ہدایتوں کا اثر قبول کروگے ﴿۵۷﴾

بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۷﴾

جو اچھّی پاکیزہ زمین ہوتی ہے وہ تو اَپنے پالنے والے مالک کے حُکم سے خُوب پَھل پھُول لاتی ہے۔ اور جو زمین خرابؔ[1] ہوتی ہے، اُس میں سے تو صرف بُری گھاس اور ناقص پَیداوار کے سِوا کچھ بھی تو نہیں نِکلتا۔ یُوں ہم اَپنی باتوں میں طرح طرح کی حقیقتیں اور نِشانیاں بار بار پیش کرتے ہیں اُن لوگوں کے لئے جو شُکر اَدا کرنے والے ہیں ﴿۵۸﴾ ع

وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَالَّذِیْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ؕ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّشْكُرُوْنَ ﴿۵۸﴾ ع ۷ | ۱۴

اور یہ حقیقت ہے کہ ہم نے نوحؑ کو اُن کی

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا

[1] رحمت خدا کی بارش تو سب پر یکساں ہوتی ہے۔ نیک طبیعت اور طالبان حق تو اس سے خوب خوب فائدے اٹھاتے ہیں مگر بدنیت بد کردار لوگ فائدے نہیں اٹھاتے جیسے بنجر زمین کو بارش سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ مگر یہ جو کچھ بھی ہوتا ہے مشینی انداز سے از خود نہیں ہوتا بلکہ لوگوں کے اپنے اختیار کے استعمال سے ہوتا ہے۔ یہ استعداد کا بیان ہے۔ کسی پر وعظ و نصیحت اثر کرتا ہے اور کسی پر نہیں کرتا۔ جس پر اچھی باتوں کا اثر ہوتا ہے وہ شخص "صاف ستھری بستی" کی طرح ہے اور جس پر اثر نہیں ہوتا وہ خراب زمین کی مانند ہے۔

☆☆☆

www.drhasanrizvi.org

قوم کی طرف بھیجا۔ اُنھوں نے کہا: اَے میری قوم
والو! اللہ کی عبادت (بندگی) کرو۔ (کیونکہ) اُس
کے سِوا تمھارا کوئی خدا نہیں ہے۔ یقیناً مجھے تمھارے
اُوپر آنے والے بڑے ہی سخت دِن کا خوف ہے (۵۹)
(یہ سُن کر) اُن کی قوم کے بڑے لوگوں اور سرداروں
نے جواب دیا: "بلاشُبہ ہم تو تم کو کھُلی ہوئی
گمُراہی میں دیکھتے ہیں" (۶۰) نوحؑ نے کہا: اَے میری
قوم والو! میں کِسی قِسم کی گمراہی میں مُبتلا نہیں
ہوں۔ بلکہ میں تو تمام جہانوں کے پالنے والے[۱]
آقا کا بھیجا ہوا ہوں (۶۱) تمھیں اَپنے آقا کے
احکامات پہنچاتا ہوں اور تمھاری بھلائی چاہتا
ہوں۔ اور میں اللہ کی طرف سے وہ کچھ جانتا ہوں
جو تم نہیں جانتے (۶۲) تو کیا تمھیں بس اتنی سی بات

اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ
عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ (۵۹)
قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (۶۰)
قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ
رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ (۶۱)
اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنْصَحُ لَكُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ
مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (۶۲)

۱ رب العالمین یعنی "تمام جہانوں کا پالنے والا" یہ خدا کی ایسی صفت ہے کہ جو شرک کے پورے فلسفہ پر سب سے زیادہ کاری ضرب لگاتی ہے۔ مشرک نظام کائنات کو مختلف قوتوں میں بٹا ہوا دیکھتا ہے، جب کہ توحید کا فلسفہ سارے عالموں کو ایک پالنے والے کا مرہونِ منت سمجھتا ہے۔ گویا یہ لفظ خود توحید کی دلیل اور شرک کا مکمل بطلان ہے۔

☆☆☆

www.drhasanrizvi.org

اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ
مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوْا وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿٦٣﴾
فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ فِى الْفُلْكِ وَاَغْرَقْنَا
الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ ﴿٦٤﴾ ع ۱۵
وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا

پر تعجّب ہوا کہ تمھارے پاس خود تمھاری قوم ہی کے ایک آدمی[1] کے ذریعہ تمھارے پالنے والے مالک کی طرف سے وعظ و نصیحت کا پیغام اور یاددہانی آئی، تاکہ وہ تم کو بُرے کاموں کے بُرے انجام کا خوف دِلائے، اور تاکہ تم بُرے کاموں اور بُرے انجام سے بچ جاؤ اور اِس کے نتیجہ میں تم پر رحم کیا جائے ﴿٦٣﴾ مگر اُن لوگوں نے نوحؑ کو جُھٹلایا۔ جِس کے نتیجے میں ہم نے نوحؑ کو اور اُن کو جو کشتی میں نوحؑ کے ساتھ تھے، نجات دی۔ اور اُن لوگوں کو ڈبو دیا جنھوں نے ہماری باتوں، احکامات اور نشانیوں کو جُھٹلایا تھا[2]۔ یقیناً وہ عقل کے اندھے لوگ تھے ﴿٦٤﴾ ع

اور قومِ عاد کی طرف ہم نے اُن کے بھائی

[1] مشرک قومیں جس طرح توحید کے فلسفہ کو سمجھنا نہیں چاہتیں اسی طرح نبوت کی حقیقت پر غور کرنا ان پر بہت بار گزرتا ہے۔ جاہل قومیں یہ تو سمجھ لیتی ہیں کہ انسان خدا کی شکل میں آجائے اور اس طرح اوتار بن جائے مگر یہ بات سمجھنے کو تیار نہیں ہوتیں کہ کوئی انسان خدا کا پیغام لے کر آئے اور اس کی پوری زندگی خدا کی مرضی کی مکمل نمائندہ ہو۔

☆☆☆

[2] خدا کا یہ فرمانا کہ "ہم نے صرف ان لوگوں کو ڈبویا جنھوں نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا تھا" بتاتا ہے کہ نوحؑ کے زمانے کا طوفان صرف منکرین حق کے لئے عذاب بن کر آیا تھا۔ ساری دنیا کو اس نے نہیں ڈبویا تھا۔ عراق کی زمین پر آج بھی بڑے ہی مہیب طوفان کے نشانات ماہرین کو دکھائی دیتے ہیں۔ نیز یہ آیت بھی خدا کے عدل پر گواہ ہے۔ ☆☆☆

ع ۸ / ۱۵

www.drhasanrizvi.org

لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۶۵﴾
قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ
سَفَاهَةٍ وَّ اِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۶۶﴾
قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ
رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۷﴾
اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَ اَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ ﴿۶۸﴾

ہودؑ کو بھیجا۔ اُنھوں نے کہا: اَے میری قوم والو! اللہ کی بندگی کرو۔ تمھارا اُس کے سِوا کوئی خدا نہیں۔ پھر آخر تم غلط رَوی اور بُرے کاموں سے کیوں نہیں بچتے؟ ﴿۶۵﴾ اُن کی قوم کے بڑے لوگوں اور سرداروں نے، جو اِس بات کو ماننے سے اِنکار کر رہے تھے، کہا: "ہم تو تمھیں بے عقلی اور حماقت میں مُبتلا دیکھتے ہیں۔ اور حقیقت میں ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ تم جھُوٹے ہو" ﴿۶۶﴾ ہُودؑ نے کہا: "مجھ میں کوئی حماقت[۱] نہیں۔ بلکہ میں تو تمام جہانوں کے پالنے والے مالک اور آقا کا بھیجا ہوا ہوں ﴿۶۷﴾ تمھیں اَپنے مالک کے پیغامات پہنچاتا ہوں۔ اور میں تمھارا اِیماندار، قابِل بھروسہ، تمھاری بھلائی چاہنے والا ہوں ﴿۶۸﴾ کیا تم کو بس اِتنی سی بات پر تعجّب

[۱] معلوم ہوا کہ دیندار لوگوں کو ہمیشہ سے مادہ پرست لوگ احمق کہتے چلے آئے ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ مادہ پرست لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ دینداروں کی وجہ سے ان کی لذت طلبی اور بدمعاشیوں میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔ لوگ انہیں برا سمجھتے ہیں اور اکثر ان کے مفادات پر بھی ضرب پڑتی ہے۔

☆☆☆

www.drhasanrizvi.org

ہوا کہ تمھارے پاس خود تمھاری اپنی قوم کے ایک آدمی پر تمھارے پالنے والے مالک کی نصیحت اور یاددہانی آئی، تاکہ وہ تمھیں خبردار کرے؟ یاد کرو جب خدا نے تمھیں نوحؑ کی قوم کے بعد اُن کا جانشین بنایا اور تم کو پیدائشی طور پر طاقتور اور قد آور[۱] بھی بنایا۔ پس اللہ کی نعمتوں کو یاد رکھو، شاید اِس طرح تم ہر طرح کی بہتری اور مکمل کامیابی حاصل کر لو (۶۹) (لیکن اِس پر) اُنھوں نے جواب دیا: "کیا تُو ہمارے پاس اِسی لئے آیا ہے کہ ہم صِرف اللہ کی بندگی کریں؟ اور جس جس چیز کو ہمارے باپ دادا پُوجتے چلے آئے ہیں، اُسے چھوڑ دیں؟ اگر تُو سچّا ہے تو لے آ ہمارے پاس وہ عذاب جس کی تُو ہمیں دھمکیاں دیتا رہتا ہے" (۷۰) ہودؑ نے کہا:

اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ ؕ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّزَادَكُمْ فِى الْخَلْقِ بَصْۜطَةً ۚ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۞ (۶۹)

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۞ (۷۰)

[۱] اس آیت سے محققین نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ قوت اور جسامت بھی خدا کی ایک نعمت ہے۔ اس لئے دنیا کی نعمتوں کو حقیر سمجھنا اللہ کی نعمتوں کا مذاق اڑانے کے مترادف ہے۔ ان چیزوں کے ملنے پر خدا کا شکر اور زیادہ ادا کرنا چاہئے جیسا کہ آیت کے آخر میں کہا گیا ہے۔

☆☆☆

www.drhasanrizvi.org

قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّغَضَبٌ
اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْٓ اَسْمَآءٍ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ
مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ
مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿۷۱﴾
فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَقَطَعْنَا دَابِرَ

"تمھارے مالک کی پھٹکار تو تم پر پڑ ہی چکی اور اُس کا غضب بھی تم پر ٹوٹ چکا (کیونکہ تم حق کا اِنکار کر رہے ہو یہی خدا کی پھٹکار ہے) اَب کیا تم مجھ سے اُن ناموں[۱] (یعنی بناوٹی خداؤں) کے بارے میں جھگڑا کرتے ہو جو خود تم نے اور تمھارے باپ داداؤں نے گھڑ لئے ہیں، اور جن کے بارے میں اللہ (جسے تم خود اپنا رَبّ اکبر کہتے ہو اُس) نے کوئی سَند بھی نہیں اُتاری ہے؟ اچھّا تو پھر تم بھی (خدا کے عذاب کا) اِنتظار کرو اور میں بھی تمھارے ساتھ اِنتظار کرنے والوں میں ہوں" ﴿۷۱﴾ آخرکار ہم نے اپنی مہربانی سے ہودؑ اور اُس کے ساتھیوں کو تو بچا لیا اور اُن لوگوں کی جڑ کاٹ کر اُن کا رگ و ریشہ تک اُکھاڑ پھینکا[۲]

۱؎ شرک کی حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں کہ یہ چند گڑھے ہوئے نام ہیں جو از خود بنائے ہوئے دیوتا ہیں۔ نہ ان کا کوئی وجود ہے نہ ان کے وجود اور اقتدار پر کوئی عقلی دلیل ہے اور نہ کوئی آسمانی نوشتہ ان کی تصدیق کرتا ہے۔

۲؎ خود اہلِ عرب کی تاریخ بھی بتاتی ہے اور موجودہ کھدائی سے جو انکشافات ہوئے ہیں وہ بھی بتاتے ہیں کہ عادِ اولیٰ بالکل تباہ و برباد ہو گئے تھے۔ اِسی لئے مورخین ان کو معدوم اقوام میں شمار کرتے ہیں۔ یہ بھی تاریخی طور پر مسلّم ہے کہ قومِ عاد کا صرف وہ حصہ باقی رہا جو حضرت ہودؑ کا پیرو تھا۔ وہ کتبہ جسے تقریباً اٹھارہ سو سال قبلِ مسیح تحریر کیا گیا تھا اُس کی عبارت کو ماہرینِ آثارِ قدیمہ نے پڑھا ہے۔ اُس کے چند جملوں کا ترجمہ یہ ہے کہ ——— "ہم (قوم عاد) نے ایک طویل زمانہ اِس قلعہ میں اِس شان و شوکت سے گزارا ہے کہ ہماری زندگی تنگی اور بدحالی سے دور تھی۔ ہماری نہریں دریا کے پانی سے لبریز تھیں۔ .... کیوں کہ ہمارے حکمراں بُرے خیالات سے پاک اور شر و فساد کرنے والوں پر سخت تھے۔ وہ ہم پر ہودؑ کی شریعت کے مطابق

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

www.drhasanrizvi.org

جنھوں نے ہماری باتوں، نشانیوں اور احکامات کو جھٹلایا تھا (کیونکہ) وہ ایمان لانے والے ہی نہ تھے (یعنی اُن کے اِصلاح حال کا اَب کوئی اِمکان ہی باقی نہ رہا تھا) ﴿۷۲﴾ (معلوم ہوا کہ خدا کا عذاب اُس وقت قوموں پر اُترتا ہے جب ان کی اِصلاح کا کوئی اِمکان باقی نہیں رہتا)

اور قوم ثمود کی طرف ہم نے اُن کے بھائی صالحؑ کو بھیجا۔ اُنھوں نے کہا: "اَے میری قوم والو! اللہ کی بندگی کرو (کیونکہ) اُس کے سِوا تمھارا کوئی خدا نہیں ہے۔ تمھارے پاس تمھارے پالنے والے مالک کی کھُلی ہوئی دلیل آئی ہے۔ یہ اللہ کی (طرف سے بھیجی ہوئی) اُونٹنی[۱] ہے، جو تمھارے لئے خدا کی (قدرت کی) نشانی ہے۔ لہٰذا

ع ۹ / ۱۶

الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَمَا كَانُوا مُؤْمِنِينَ ﴿۷۲﴾ وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا ۗ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ قَدْ جَاءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ ۖ هَٰذِهِ نَاقَةُ اللَّهِ لَكُمْ آيَةً ۖ فَذَرُوهَا تَأْكُلْ

(پچھلے صفحہ کا بقیہ)

حکومت کرتے تھے اور عمدہ فیصلے ایک کتاب میں درج کر لئے جاتے تھے اور ہم معجزات اور موت کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے پر یقین رکھتے تھے"۔

یہ عبارت آج بھی قرآن کے اس بیان کی تصدیق کررہی ہے کہ عاد کی قوم کی عظمت کے وارث ھودؑ کے ماننے والے ہیں۔

☆☆☆

[۱] خدا نے قوم کی فرمائش پر ایک اونٹنی عجیب طریقے سے پیدا کردی تھی اور قوم کو بتادیا تھا کہ اس کو تنگ نہ کرنا ورنہ خدا کا عذاب تم پر اترے گا۔ یہ اونٹنی ایک پہاڑ سے از خود پیدا ہو گئی تھی۔ فرنگی سیاحوں نے لکھا ہے کہ جس پہاڑ سے یہ اونٹنی برآمد ہوئی تھی اس میں اب تک ایک شگاف ساٹھ فٹ کا ہے اور اونٹنی کا نقش قدم بھی جزیرہ نمائے سینا میں جبل موسیٰ کے قریب ہے جو لوگوں کی زیارت گاہ ہے۔

☆☆☆

www.drhasanrizvi.org

فِیۡۤ اَرۡضِ اللّٰہِ وَ لَا تَمَسُّوۡہَا بِسُوۡٓءٍ فَیَاۡخُذَکُمۡ
عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ﴿۷۳﴾
وَ اذۡکُرُوۡۤا اِذۡ جَعَلَکُمۡ خُلَفَآءَ مِنۡۢ بَعۡدِ عَادٍ وَّ بَوَّاَکُمۡ
فِی الۡاَرۡضِ تَتَّخِذُوۡنَ مِنۡ سُہُوۡلِہَا قُصُوۡرًا وَّ
تَنۡحِتُوۡنَ الۡجِبَالَ بُیُوۡتًا ۚ فَاذۡکُرُوۡۤا اٰلَآءَ اللّٰہِ وَ لَا تَعۡثَوۡا
فِی الۡاَرۡضِ مُفۡسِدِیۡنَ ﴿۷۴﴾
قَالَ الۡمَلَاُ الَّذِیۡنَ اسۡتَکۡبَرُوۡا مِنۡ قَوۡمِہٖ لِلَّذِیۡنَ اسۡتُضۡعِفُوۡا

اِسے چھوڑ دو تاکہ یہ خدا کی زمین میں چرتی پھرے۔
اور اِسے ذرا سی بھی تکلیف نہ پہنچانا۔ ورنہ ایک
سخت تکلیف دینے والا عذاب تمھیں آپکڑے گا ﴿۷۳﴾
وہ وقت بھی یاد کرو جَب قومِ عاد کے بعد خدا
نے تمھیں اُن کا جانشین بنایا اور تم کو زمین میں
رہنے کا ٹھکانا بھی دِیا۔ تم اِس زمین کے نرم اور
ہموار حِصّوں میں بھی محلّات بناتے ہو اور پہاڑوں
کو بھی مکانات کی شکل میں تراش لیتے ہو۔ پس
اللہ کی نعمتوں کو یاد رکھّو اور زمین میں خرابیاں
پھَیلاتے نہ پھرو" [۱] ﴿۷۴﴾ (اِس پر) اُن کی قوم کے
سرداروں اور اُن لوگوں نے جو اَپنے تکبّر میں
بڑے بنے ہوئے تھے، اُن دَبے پِسے کمزور لوگوں [۲]
سے، جو اُن ہی میں سے اِیمان لے آئے تھے کہا:

۱؎ اس سے معلوم ہوا کہ (۱) دنیوی علوم و فنون میں کمال حاصل کر لینا بھی خدا کی نعمتوں میں سے ہے اور ان کو حرام سمجھنا خدا کی نعمتوں کی تکذیب ہے۔ اور (۲) دوسری بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ تمدنی ترقی کا نتیجہ اکثر عیش پرستی اور خوفِ آخرت سے بے نیازی ہوتا ہے۔ یہی دونوں چیزیں فسق و فجور اور فساد کا سبب بنتی ہیں۔ (۳) فقہا نے یہ نتیجہ بھی نکالا ہے کہ بڑے بڑے گھر بنانا ناجائز نہیں۔

☆☆☆

۲؎ خدا نے مومنین کو ضعیف اور ذلیل نہیں فرمایا بلکہ فرمایا کہ "ان کو کمزور سمجھ لیا گیا تھا"۔ اس میں مذمت ان لوگوں کی نکلی جو مومنین کی ظاہری حالت دیکھ کر ان کو کمزور سمجھتے تھے۔ گویا مذمت منکرینِ حق کی ہے مومنین کی نہیں۔ اس کے بر خلاف کافروں کے لئے فرمایا کہ ——— " تکبر کرنے والے" اس طرح ان کی مذمت بھی کی گئی اور ان کی حقیقی خرابی تکبر کی بھی نشاندہی فرمادی گئی۔ یہ بھی معلوم ہو گیا کہ تکبر اہل کفر کا طریقہ ہوتا ہے اور اپنے اسی تکبر کے سبب وہ مومنین کو کمزور سمجھتے ہیں۔

☆☆☆

"کیا تم جانتے ہو کہ صالح واقعی اپنے پالنے والے مالک کا بھیجا ہوا پیغامبر ہے؟" انھوں نے جواب دیا: "بے شک۔ وہ جس پیغام کے ساتھ بھیجا گیا ہے ہم اُس کو بھی مانتے ہیں" ۷۵ اِس پر اُنھوں نے جو بڑے آدمی ہونے کا گھمنڈ رکھتے تھے کہا: "جس چیز کو تم مانتے ہو ہم تو اُس کے مُنکر ہیں" ۷۶

پھر اُنھوں نے اُس اونٹنی کو مار ڈالا[1] اور اَپنے پالنے والے مالک کے حکم کی پُوری پُوری خلاف ورزی کی اور کہا: "اَے صالح! اگر تو واقعی خدا کے پیغمبروں میں سے ہے تو پھر لے آ وہ عذاب جس کی تو ہمیں دھمکیاں دیتا رہا ہے" ۷۷ نتیجہ میں ایک دِل ہِلا دینے والے

لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ
رَّبِّهٖ ؕ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۷۵﴾
قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا بِالَّذِيْٓ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۷۶﴾
فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوْا يٰصٰلِحُ
ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۷۷﴾

[1] تفسیر ثعلبی میں ہے کہ ایک دفعہ حضور اکرمؐ نے حضرت علیؑ سے پوچھا کہ تم جانتے ہو کہ پچھلے لوگوں میں بدترین انسان کون تھا؟ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ خدا اور اس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ "جس شخص نے حضرت صالحؑ کی اونٹنی کے پاؤں کاٹے اور بعد کے آنے والوں میں سب سے برا انسان وہ ہوگا جو تم کو قتل کرے گا۔

عجیب بات یہ ہے کہ صالحؑ کی اونٹنی کے پیر کاٹنے والے نے جس عورت کے کہنے پر اس اونٹنی کے پیر کاٹے تھے اس کا نام "قطامہ" تھا اور حضرت علیؑ کے قاتل ابن ملجم کو جس عورت نے حضرت علیؑ کے قتل پر آمادہ تھا کیا اس کا نام بھی قطامہ ہی تھا (از تفسیر ثعلبی)۔

اگرچہ اونٹنی کو تو صرف چند آدمیوں ہی نے قتل کیا تھا مگر خدا ساری قوم کی طرف اس قتل کی نسبت دے رہا ہے۔ معلوم ہوا کہ کسی قتل پر راضی ہونا بھی قتل کرنے ہی کے مترادف ہوتا ہے۔ اسی لئے امام جعفر صادقؑ نے امام حسینؑ کی زیارت وارثہ میں صرف قاتلوں ظالموں پر ہی خدا کی لعنت نہیں بھیجی، بلکہ ان پر بھی لعنت بھیجی جو حضرت امام حسینؑ کے قتل پر راضی ہیں۔

☆☆☆

www.drhasanrizvi.org

فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جٰثِمِينَ ﴿۷۸﴾
فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّي
وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَا تُحِبُّونَ النّٰصِحِينَ ﴿۷۹﴾
وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ
بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِينَ ﴿۸۰﴾

زلزلے نے اُن کو آن پکڑا اور وہ اپنے گھروں ہی میں اَوندھے، بے حِس و حرکت ہو کر پڑے کے پڑے رہ گئے[۱] ﴿۷۸﴾ اور صالحؑ (پہلے ہی) یہ کہتے ہوئے اُن کی بستیوں سے نِکل گئے کہ اَے میری قوم والو! میں نے تو تمھیں اَپنے پالنے والے آقا کا پیغام پہنچا دیا اور (لاکھ) تمھاری بھلائی چاہی۔ مگر (میں آخر کیا کروں کہ) تم لوگ اَپنی بھلائی چاہنے والوں کو پسند ہی نہیں کرتے ﴿۷۹﴾

اور لوطؑ کو جب (ہم نے بھیجا) تو اُنھوں نے اَپنی قوم سے کہا: "کیا تم (اِتنے ہی بے حیا ہو گئے ہو کہ) تم اَیسا فحش، شرم ناک اور بے حیائی کا بُرا کام کرتے ہو جو تم سے پہلے دُنیا جہان میں کِسی نے نہیں کِیا؟[۲] ﴿۸۰﴾ اَرے تم عورتوں

[۱] اگرچہ اونٹنی کو ایک شخص نے مارا تھا جیسا کہ سورۂ قمر اور سورۂ شمس میں خدا نے خود بتایا ہے، لیکن چونکہ پوری قوم مجرموں کی طرفدار تھی اور قاتل کے عمل پر راضی تھی اِس لئے پوری قوم کو عذاب کا نشانہ بنایا گیا۔ اِس سے معلوم ہوا کہ ہر وہ گناہ جس کو قوم کی تائید یا پسندیدگی حاصل ہو ایک قومی گناہ ہے خواہ اِس کا ارتکاب کرنے والا صرف ایک ہی آدمی کیوں نہ ہو۔ حتیٰ کہ اگر کوئی برا کام قوم کے درمیان علی الاعلان کیا جائے اور قوم اسے گوارا کرلے تب بھی قرآن کے مطابق وہ قومی گناہ قرار پائے گا۔ اِسی لئے حضرت اِمام حسینؑ کے قاتلوں پر لعنت کی جاتی ہے تاکہ یہ ثابت ہو جائے کہ ہم اِس عمل پر راضی نہیں۔ نیز اِس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر وہ چیز جسے خدا یا خدا کے ولی سے نسبت حاصل ہو واجب الاحترام ہوتی ہے۔

☆☆☆

[۲] عرفاء نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ برائی کرنے سے زیادہ برا کام برائی کو ایجاد کرنا اور عام کرنا ہے۔ حضرت لوطؑ کی قوم نے غیر فطری جنسی فعل نہ صرف انجام ہی دیا بلکہ اس کو ایجاد بھی کیا تھا۔

☆☆☆

www.drhasanrizvi.org

اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ
بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿۸۱﴾
وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ
قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿۸۲﴾
فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۖ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۸۳﴾
وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ؕ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۸۴﴾ ع ۱۰/۱۷

کو چھوڑ کر مَردوں سے اپنی (جنسی) خواہش کو
پُورا کرتے ہو۱؎۔ واقعی تم بڑے حد سے گزرے ہوئے
(بُرے) لوگ ہو" ﴿۸۱﴾ مگر نہ تھا اُن کی قوم والوں
کا جواب سِوا اِس کے کہ اُنھوں نے کہا: "نِکال دو
اِنھیں اپنی بستیوں سے۔ یہ بڑے پاکباز بنتے ہیں"
(گویا وہ بُرائی کی اُس اِنتہا کو پہنچ گئے تھے کہ
کہ اَب اُنھیں نصیحت کی آواز تک سُننا گوارا
نہ تھی اور وہ نیکیوں کو بُرائی سمجھتے تھے) ﴿۸۲﴾ تو پھر
ہم نے لوطؑ کو اور اُن کے گھر والوں کو تو بچا
لیا، سِوا اُن کی بیوی کے، جو پیچھے رہ جانے
والوں میں سے تھی ﴿۸۳﴾ اور اُس قوم پر ایک
خاص قِسم کی (پتّھروں کی) بارش۲؎ برسائی۔ پھر
دیکھ لو کہ کیا حشر ہوا اُن مجُرم گنُاہگاروں کا! ﴿۸۴﴾ ع ۱۰/۱۷

۱؎ جو لوگ مردوں سے اپنی جنسی خواہشات کو پورا کرتے ہیں وہ (۱) حقیقت میں اپنی طبعی ساخت اور نفسیاتی ترکیب سے جنگ کرتے ہیں۔ اِس میں خللِ عظیم برپا کردیتے ہیں۔ جس سے دونوں کے جسم، نفس اور اخلاق پر نہایت ہی برے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ (۲) وہ فطرت کے ساتھ غداری اور خیانت کرتے ہیں کیوں کہ فطرت خاندان، اولاد، زوجہ اور اُس کے فرائض کو ادا کروانا چاہتی ہے۔ ایسے لوگ اپنے آپ کو نسل اور خاندان کی خدمت کے لئے نااہل بنا لیتے ہیں۔ (۳) ایسے لوگ مردوں کو زنانہ پن میں مبتلا کرتے ہیں اور عورتوں کو صنفی بے راہ روی اور اخلاقی پستی میں دھکیل دیتے ہیں۔

☆☆☆

۲؎ "خاص قسم کی بارش" سے مراد پتھروں کی بارش ہے۔ اس لئے کہ دوسری جگہ خدا نے فرمایا کہ "ہم نے ان پر سخت مٹی کے پتھروں کی بارش کی"۔

☆☆☆

www.drhasanrizvi.org

وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۗ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ قَدْ جَاءَتْكُم بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ ۖ فَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿٨٥﴾

اور (شہرِ) مدین کی طرف ہم نے اُن کے بھائی شعیبؑ کو (بھیجا)۔ اُنھوں نے کہا: اَے میری قوم کے لوگو! اللہ کی بندگی کرو (کیونکہ) اُس کے سِوا تمھارا کوئی خدا نہیں ہے۔ تمھارے پاس تمھارے پالنے والے مالک کی صاف اور کھُلی ہوئی دلیل اور ہدایت آگئی ہے۔ تو ناپ تول پُوری پُوری کِیا کرو۔ اور لوگوں کو اُن کی چیزیں (ڈنڈی مار کر) کم نہ دو[۱]۔ اور دُنیا میں اِصلاح اور درُستی کے بعد فساد اور خرابیاں نہ پھیلاؤ۔ اِسی میں تمھاری بہتری اور بھلائی ہے، اگر تم واقعی حق کو ماننے والے ہو[۲] (معلوم ہوا کہ حق کا واقعاً ماننا لوگوں کے حقوق اَدا کرنے اور خدا کی عملی اِطاعت کرنے سے ثابت ہوتا ہے) ﴿۸۵﴾ اور ہر

۱؎ اہلِ مدین ایک تجارت پیشہ قوم تھی اور ان کا فساد یہ تھا کہ وہ کاروباری لین دین اور معاملات تجارت میں بددیانتی اور بدمعاملگی کرتے تھے۔ لوگوں کے حقوق مارتے اور خدا کے احکامات پر عمل نہ کرتے۔ معلوم ہوا کہ فساد فی الارض کے معنی میں کاروباری بددیانتی بھی شامل ہے۔

عرفاء نے یہ بھی نتیجہ نکالا ہے کہ جو لوگ اہل علم و عمل کی تعظیم کرنے میں کمی کرتے ہیں وہ بھی اس آیت کی زد میں آتے ہیں۔ (تفسیر روح المعانی)۔

☆☆☆

۲؎ معلوم ہوا کہ عقائد میں سب سے بہترین چیز توحید و رسالت کو ماننا ہے اور اعمال میں سب سے بہترین عمل (۱) مخلوق پر شفقت کرنا (۲) لوگوں کو نقصان پہنچانے سے بچنا اور (۳) زمین پر خرابیاں نہ پھیلانا ہیں۔ بلکہ اس کی اصلاح اور اچھائی کی کوشش کرنا چاہئے۔

☆☆☆

راستے پر نہ بیٹھ جاؤ تاکہ لوگوں کو ڈراؤ دھمکاؤ
اور تاکہ اللہ کے راستے سے اُن لوگوں کو روک
دو جو اُس پر اِیمان لائے ہیں اور (اِس طرح)
سیدھے راستے کو ٹیڑھا کرنے لگو۔ اور یاد کرو اُس
وقت کو کہ جب تم بہت ہی کم تھے تو اُسی خدا
نے تم کو بہت زیادہ کر دیا۔ اور یہ بھی دیکھو کہ
کیسا (بُرا) ہوتا رہا ہے انجام خرابیاں پَیدا
کرنے والوں کا[۱] ﴿۸۶﴾ اور اگر تم میں کا ایک گروہ
اُس تعلیم پر اِیمان لاتا ہے جس کے ساتھ میں
بھیجا گیا ہوں، اور دُوسرا گروہ اِیمان نہیں لاتا،
تو پھر صبر سے کام لو، یہاں تک کہ اللہ ہمارے
(تمھارے) درمیان فیصلہ کر دے (کیونکہ) وہی
سَب سے اچّھا فیصلہ کرنے والا ہے ﴿۸۷﴾

وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَتَصُدُّوْنَ
عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ
وَاذْكُرُوْٓا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ ۠ وَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ
عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۸۶﴾
وَاِنْ كَانَ طَآئِفَةٌ مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِيْٓ اُرْسِلْتُ بِهٖ
وَطَآئِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوْا فَاصْبِرُوْا حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ
بَيْنَنَا ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۸۷﴾

[۱] معلوم ہوا کہ حق کا انکار کرنے والی قوموں کو علوم و فنون کی ترقیاں، ان کی صنعتیں حرفتیں، مال دولت کوئی چیز بھی ان کو خدا کے عذاب سے نہیں بچا سکی۔

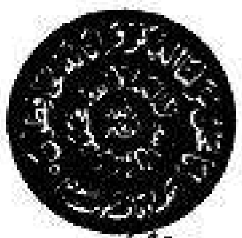

محمد اقبال [illegible]
[illegible] آفیسر محکمہ اوقاف

میں نے اس Holy Quran کے پارہ ۲۸ کو حرفاً حرفاً بغور پڑھا ہے اور
میں تصدیق کرتا ہوں کہ اس کے متن میں کوئی کمی بیشی نہیں ہے اور زیر،
زبر، پیش، جزم وغیرہ درست ہیں۔
دوران طباعت اگر کوئی زیر، زبر، پیش، جزم، وغیرہ ٹوٹ جائے
تو اس کی کوئی ذمہ داری ہمارے ذمے نہیں ہے۔

حافظ فیض احمد شاہ سعیدی
نظر ثانی پروف ریڈر

www.drhasanrizvi.org

قرآن کی خدمت

یا اپنے بزرگوں کے ایصالِ ثواب کیلئے

جو حضرات زیادہ تعداد میں قرآن مُبین کے پارے ہم سے حاصل فرما کر تقسیم کرنا چاہیں تو یہ دین کی تبلیغ اور خدا کے پیغام کی اشاعت کا بہترین ذریعہ ہوگا۔ جس کی فی زمانہ ہم سب کو سخت ضرورت ہے۔ ۱۰۰ پارے ۱۵۰۰/- روپیہ ہدیہ پر دستیاب ہیں۔ نیز یاد رہے کہ ہدیہ کی یہ تمام رقم قرآن ہی کی دوبارہ اشاعت پر صرف ہوگی۔ (مرحومین کے ناموں کی طباعت بھی ممکن ہے)

تمام مذہبی کتابوں کی دُکانوں پر دستیاب ہے۔

براہ راست رابطہ کے لئے رجوع فرمائیں

① — ۳۳-سی۔ رضویہ سوسائٹی کراچی۔ فون نمبر ۶۲۱۶۴۲

② — اسلامک ریسرچ سینٹر۔ عائشہ منزل چوک فیڈرل بی ایریا۔ کراچی فون نمبر ۶۷۷۲۲۶

نزولِ قرآن کا مقصد اور عبادت کی حقیقت

○ ...... ''اور ہم نے قُرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لیے آسان کردیا ہے۔ تو ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟''

(القرآن: سورہ قمر: ۵۴۔۱۷)

○ ...... ''یہ (قرآن) بڑی برکت والی کتاب ہے جس کو ہم نے آپؐ پر اُتارا ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں پر غوروفکر کریں اور تاکہ عقل والے نصیحت حاصل کریں''

(القرآن: سورہ ص: ۳۸۔۲۹)

○ ...... ''تلاوت بغیر تدبّر، غوروفکر کے نہیں ہوتی''

(الحدیث)

○ ...... ''عبادت یہ نہیں کہ تم کثرت سے کھڑے ہوکر نمازیں پڑھے جاؤ اور لمبے لمبے رکوع اور سجدے کیے جاؤ۔ بلکہ عبادت یہ ہے کہ اللہ کے کاموں اور آیتوں پر غوروفکر کیا جائے۔''

(الحدیث)

○ ...... ''ایک گھنٹہ غوروفکر کرنا ستر (۷۰) سال عبادت کرنے سے بہتر ہے''

(الحدیث)

میزان فاؤنڈیشن

اِسلامک ریسرچ سینٹر

عائشہ منزل چوک، فیڈرل بی ایریا نمبر ۶ شاہراہ پاکستان، کراچی

0345-2443358

0315-8200311, 0321-8475550, 0300-4496512

Email: mz.foundation@hotmail.com

کتبہ: سیّد جعفر صادق

Printed by System Graphics Karachi

ایڈیشن: 2012-13